Title – TAAZA MAZAMEEN ABUL KALAAM AZAD

Creator – Abul Kalaam Azad

Publisher – Sooraj Printing works (Delhi).

Date – 1921

Pages – 74

Subject – Islamiyaat – Mazameen Khilafat; Seerat Nabvi; Tareekh Islam

اللہ اکبر

سلسلۂ مضامین حضرت مولانا ابوالکلام صاحب آزاد

نمبر ۱۴

تازہ مضامین مولانا ابوالکلام آزاد

م الاحرار حضرت مولانا ابوالکلام صاحب آزاد مدظلہ العالی

کے تازہ مضامین سنہ ۱۹۲۱ء

نشی مشتاق احمد ناظم قومی دار الاشاعت محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ
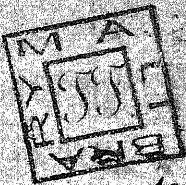
نے

ہندوستان پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپوا کر شائع کیا

دوسری مرتبہ قیمت ۱۰/

تاریخ خلافت

حضرت مولانا عبدالماجد صاحب قبلہ کی جدید زبردست تالیف

دینیات کا صحیفہ

پہلا حصہ۔ خلافت الٰہیہ جس میں حضور خلیفۃ اللہ الاعظم رسول اکرم صلعم کی تمام زندگی سیرت نگاری کے ساتھ درج ہے۔ بعثت۔ نبوت۔ عرب کی تمدنی و اخلاقی و مذہبی حالت کا تذکرہ۔ ضرورت خلافت۔ علم خلافت کی بلندی۔ نیابت ربانیہ کی دعوت کا غلغلہ۔ مکی زندگی میں عدم تشدد۔ ہندو مسلم کے اتفاق کا معاملہ۔ مسئلہ ہجرت کا فلسفہ دفاع و استطاعت و عمل محاربہ کا بیان۔ واقعات ہجرت۔ مدنی زندگی کی ترقی۔ یہود سے معاہدہ۔ غیر مسلموں سے اشتراک عمل۔ غزوات کا سلسلہ۔ ہر غزوہ کا اصلی سبب اور اُس کا ملکی و تمدنی و اخلاقی و مذہبی فائدہ و نتیجہ۔ وفود خلافت۔ مکتوبات خلافت۔ سفرائے خلافت کا تذکرہ۔ شاہان عالم کو دعوت خلافت۔ حجۃ الوداع کا آخری خطبہ۔ وفات شریف کی وصیتیں۔ خلیفۃ اللہ کے خاندان و خدام کا بیان۔ خلیفۃ اللہ کی ابدی تعلیمات۔ مذہبی اخلاقی تمدنی معاشرتی و سیاسی تعلیمیں۔ دو سو صفحات کا بے مثل ہدیہ و تحفہ ہے۔ ہر مسلمان مرد و عورت کو اس کا مطالعہ ضروری ہے۔ لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ۔ عام

دوسرا حصہ و تیسرا حصہ و چوتھا حصہ جس میں موجودہ تحریک خلافت ہندوستان تک کا حال ہے زیر طبع ہیں۔ تفصیل مضامین علیحدہ

مشتاق احمد ناظم قومی دار الاشاعت محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرات!

احباب اکرام کے اصرار پر حضرت مولانا ابو الکلام صاحب آزاد مدظلہ العالی کے سنہ ۱۹۲۱ء کے تمام مضامین کا مجموعہ شائع کیا جاتا ہے اور اس وقت جبکہ گورنمنٹ نے اپنے دستِ استبداد سے مولانا کی آزادی سلب کرلی ہے امید ہے کہ آپ حضرات مولانا کے ارشادات سے مستفید ہو کر اُن پر پوری طرح سے عمل پیرا ہوں گے۔

خادم ملت

مشتاق احمد

محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھٰذا بلاغ للناس ولینذروا بہ، ولیعلموا انما ھو الٰہ واحد، ولیذکر اولوا الالباب (۱۴:۵۲)

معاشراں! گرہ از زلفِ یار باز کنید! شبے خوش ست، بہ ایں قصّہ اش دراز کنید!

الحمدللہ وحدہٗ۔ ا۔ جنوری ۱۹۲۰ء کو جب مجھے چار سال کے بعد نظر بندی سے رہا کیا گیا تو میں اپنی آئندہ زندگی، زندگی کے کاموں، اور کاموں کے طریق و اسلوب کی نسبت خالی الذہن نہ تھا، اور نہ اپنے ارادہ کے بہنے کے لئے واقعات و حوادث کے کسی سیلاب کا منتظر تھا میں نے ہمیشہ بہنے کی جگہ چلنے کی کوشش کی ہے اور اُس وقت بھی اپنے سفر عمل کے لئے ایک طے شدہ راہ اختیار کر چکا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ آئندہ مجھے کیا کرنا چاہئے! اور میری مشغولیت کا عنوان طریق کیا ہوگا؟

دُنیا کے واقعات و حوادث طوفان کی طرح اُٹھتے اور سیلاب کی طرح آتے ہیں، اور انسان کا کمزور ارادہ ہمیشہ اُس کی سطح پر حباب کی طرح بہتا رہتا ہے۔ حکمتِ الٰہی نے اگرچہ انسان کو یہ طاقت بخشی ہے کہ اس طوفان سیلاب کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ اور اگر چاہے تو فرشِ زمین کی طرح اُس کی لہروں پر بھی چل سکتا ہے اور دُنیا کبھی اُن عزائم سے خالی نہیں رہی ہے جنہوں نے نہ صرف اُس کا مقابلہ کیا ہے بلکہ مرکب کی طرح لگام لگا کر جس طرف چاہا ہے رُخ پھیر دیا ہے، لیکن افسوس کہ زندگی اور ارادہ کے اس کرہ میں بہت کم انسان ہیں جو خدا کی بخشی ہوئی قوتوں کو سمجھنا چاہتے ہیں اور اُن سے بھی کم ہیں جو سمجھنے کے بعد برت سکتے ہیں وکاین من اٰیۃ فی السمٰوٰت والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون (یوسف)

زمین پر درختوں کے جھنڈ ہیں جو ہوا سے ہلتے ہیں، کنکر پتھر کے ڈھیر ہیں جن کو ٹھوکریں پامال کرتی ہیں، خس و خاشاک کے انبار ہیں جن کو آندھی اُڑا لے جاتی ہے، اسی طرح انسانوں کی بھی ٹولیاں اور بستیاں ہیں جو اگرچہ دیکھتا اور سُنتا ہے، سوچتا اور ارادہ کرتا ہے، لیکن جب حوادث

اُمنڈتے ہیں، واقعات و تغیّرات بہنے لگتے ہیں تو وہ اپنی تمام ارادی اور ادراکی قوّتوں کو خیرباد کہہ دیتا ہے، اور پھر درخت کی طرح گر کر، پتّھر کی طرح لڑھک کر، خس و خاشاک کی طرح آناً فاناً بہ جاتا ہے! مقامِ انسانیت کا منارہ بہت ہی بلند ہے لیکن اس کی دیواریں جمادات کی سطح ہی سے بلند ہوئی ہیں، اس لئے اگر اُس کی چوٹی گرے گی تو وہیں پہنچے گی جہاں سے بلند ہوئی تھی قرآن حکیم نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثمّ رددناہ اسفل سافلین۔

(۲)

۱۹۱۷ء سے ۱۹۱۹ء تک کے حوادث عالم کا سیلاب اگرچہ نہایت مہیب و رہوش ربا تھا اور بہت مشکل تھا کہ ارادہ اور فیصلہ کی دیواریں اُس کے مقابلے میں قائم رہ سکتیں لیکن عنایت الٰہی کی دستگیری سے میں نے اپنے ارادہ اور عزم کو اُس وقت بھی پوری طرح قائم و استوار پایا اور ایک لمحہ کے لئے بھی میرے دل پر مایوسی کو قبضہ نہ ملا۔ واقعات کی المناکی اور ناکامی میرے دل و جگر کو چیر دے سکتی تھی اور حوادث کی غمگینی اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے سکتی تھی جو اُس کے ریشے ریشے میں بسا ہوا ہے، اور صرف اُسی وقت نکل سکتا ہے جب دل بھی سینے سے نکل جائے۔ وہ زمین کی پیداوار نہیں ہے کہ زمین کی کوئی طاقت اُسے پامال کر سکے۔ وہ آسمان کی روح ہے اور بحکم تتنزّل علیھم الملائکة ان لا تخافوا ولا تحزنوا" آسمان کی بلندیوں سے ہی اُتری ہے، پس نہ تو زمین کی اُمیدیں اُسے پیدا کر سکتی ہیں، نہ زمین کی مایوسیاں اُسے ہلاک کر سکتی ہیں، عین ۱۹۱۸ء کے اواخر عہد میں جبکہ امیدوں اور آرزوؤں کی پوری دُنیا اُلٹ چکی تھی، اور اُس کی ویرانیوں اور پامالیوں پر سے سیلاب حوادث پورے زور و شور کے ساتھ گزر چکا تھا، تو میں رانچی کے گوشۂ عزلت میں بیٹھا ہوا ایک نئی دُنیائے امید کی تعمیر کا سرو ساماں دیکھ رہا تھا اور گو دُنیا نے دروازہ کے بند ہونے کی صدائیں سُنی تھیں مگر میرے کان ایک نئے دروازے کے کُھلنے پر لگے ہوئے تھے ؎

تفاوت ست میان شنیدن من و تو   تو بستن در و من فتح باب می شنوم

(۳)

۱۵ء کے رمضان المبارک کا پہلا ہفتہ اور اس کی بیدار و معمور راتیں تھیں جب میں نے اُنہیں ہاتھوں سے امیدوں اور ارادوں کے نئے نقشوں پر لکیریں کھینچیں جن سے تمام پچھلے نقش چاک کر چکا تھا:۔

ہمت نگر کہ صد ورق دفتر امید   صد پارہ کردہ ایم و بہ خوناب شستہ ایم!

جنوری ۲۰ء میں جب میں نظر بندی کے گوشۂ قید و بند سے نکلا تو دو سال پیشتر کا یہ نقشۂ عمل میرے سامنے تھا، اور اس لئے نہ تو مجھے واقعات کی رفتار کا انتظار تھا نہ مزید غور و فکر کا۔ بلکہ صرف شغل و عمل شروع کر دینا تھا۔ میں نے آئندہ کے لئے جن امور کا ارادہ کیا تھا، اُن میں ایک بات یہ بھی تھی کہ رانچی سے نکلتے ہی کسی گوشۂ عزلت میں فقراء و طالبین کی ایک جماعت لیکر بیٹھ رہونگا اور اپنی زبان و قلم کی خدمات میں مشغول ہو جاؤں گا۔ تصنیف و تالیف کے علاوہ جو جماعتی اعمال پیش نظر تھے، اُن کے لئے بھی سیر و گردش اور نقل و حرکت کی ضرورت نہ تھی، قیام و استقرار ہی مطلوب تھا۔

چنانچہ اسی بناء پر رہائی کے بعد سیدھا کلکتہ کا قصد کیا اور اگرچہ تمام ملک سے پیام ہائے طلب و دعوت آرہے تھے اور ہر طرف نظر بندوں کی رہائی کا ہنگامۂ تہنیت و تبریک گرم تھا، لیکن میں کہیں نہ جا سکا اور سب سے عذر خواہ ہوا۔ میری طبیعت و جستجو نے مجھے مہلت نہ دی کہ اپنے وجود کو لوگوں کی طلب و جستجو کا سُراغ بنا سکوں:۔

ہر کہ شیشۂ دل در زیارت سنگ ست   کرا دماغ مئے ناب و شیشہ و چنگ ست

(۴)

لیکن عرفت ربی بفسخ العزائم۔ بالآخر مجھے سیلاب میں بہنا ہی پڑا!

مگر الحمد للہ کہ یہ حوادث و واقعات کے سیلاب کی مخالفانہ رو نہ تھی جو عزم کو بہا لیجاتی اور قصد کو تاراج کر دیتی ہے، بلکہ خود عزم و عمل ہی کی ایک رو تھی جس کے اندر سے مشیت الٰہی کی صدا

اُٹھتی ہے اور انسان کو اُس کے فیصلہ کی جگہ اپنے فیصلہ کی طرف بُلاتی ہے: - وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ - ان اللہ کان علیما حکیما - مئی ۲۰ء سے جنوری ۲۱ء کے آخر تک پوری جد و جہد کی کہ موجودہ تحریک کی خدمات کو اس عنوان سے انجام دوں کہ میرا قرار دادہ اسلوب عمل بھی قائم رہے اور اقلاً سیر و گردش کے کاموں سے الگ ہوں لیکن حالات کی نزاکت، مقاصد کی ناگزیر احتیاجات، اور اشخاص کے فقدان نے میری کوششوں کو کامیاب ہونے نہ دیا - کچھ عرصہ تک کشمکش جاری رہی، اور بالآخر مجھے فیصلہ کر لینا پڑا کہ اصلی فیصلہ وہی ہے جو وقت اور ضرورت نے کر دیا ہے اور اب تمام تر اسی کے لئے وقف ہو جانا ہے اس حالت کا نتیجہ یہ نکلا کہ جنوری ۲۱ء سے اس وقت تک کا زمانہ جو ۱۸ ماہ سے زیادہ ہو چکا ہے تمام تر پے در پے دوروں اور عام تحریک کی فکروں اور کاوشوں میں بسر ہو گیا، اور تمام تر دوسرے مشغلے یک قلم دور کر دینے پڑے - نہ تصنیف و تالیف کی تکمیل ہو سکی، نہ طباعت و اشاعت کی فکر کر سکا، نہ البلاغ جاری کیا جا سکا، نہ اپنے پیش نظر مہمات کا ر دلجمعی کے ساتھ انجام پا سکے - ساری باتیں قیام و سکون پر موقوف تھیں، اور وہ ان اٹھارہ مہینوں میں ایک شب و روز کے لئے بھی میسر نہ آ سکا - زندگی وہی زندگی ہے جو سب کے لئے مقدر ہوئی ہے، وقت وہی شب و روز کا وقت ہے جو ہمیشہ سے چلا آتا ہے نہ سورج میرے لئے زیادہ دیر تک ٹھہر سکتا ہے نہ رات میری خاطر اپنا معمول بدل دے سکتی ہے - ایک زندگی ہے لیکن سیکڑوں زندگیوں کا حوصلہ دل میں پنہاں ہے - کیونکر دُنیا کو پلٹ دوں؟ اور کہاں سے اُس طاقت کو بُلالوں جو ایک دل و دماغ کے ساتھ سینکڑوں ہزاروں ہاتھوں کو جوڑ دے!

کمند کوتہ، بازوے سُست، بام بلند　　　　بمن حوالہ و، نومیدیم گنہ گیرند!

موجودہ حالت یہ ہے اور نہیں کہا جا سکتا کہ یہ حالت کب تک جاری رہیگی؟

رَو میں ہے رخشِ عمر کہاں دیکھئے تھمے　　　　نے ہاتھ باگ پر ہے، نہ پا ہے رکاب میں

(۵)

لیکن اس حالت کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلا کہ موجودہ تحریک کے قیام و استواری کے لئے جس دعوت و تبلیغ اور ہدایت و تعلیم کی ضرورت تھی اُس کا کوئی باقاعدہ اور صحیح انتظام نہ ہو سکا - فی الحقیقت

الہلال اور البلاغ کی ضرورت جس قدر اُس وقت تھی جبکہ تخم ریزی کا موسم تھا اس سے کہیں زیادہ اب ہے جبکہ آبیاری و نگہبانی کا وقت آگیا ہے ضرورت اس بات کی تھی کہ ابتدا سے تحریر و اشاعت کا کوئی ایسا سلسلہ جاری رہتا جو ہمیشہ تحریک خلافت کے لئے مشورہ و ہدایت بہم پہنچاتا اور ہر طرح کی غلطیوں اور لغزشوں سے کارکنوں کو متنبہ کرتا رہتا۔ نیز مخالفین و متشککین و ضعفاء عقیدت کے شکوک و شبہات کا بھی بروقت ازالہ ہوتا رہتا۔ گزشتہ سال اسی ضرورت کی بناء پر مرکزی خلافت کمیٹی کی جانب سے شعبۂ تبلیغ و اشاعت قائم کیا گیا اور رسالہ "خلافت و جزیرۃ العرب" کی تصنیف و اشاعت عمل میں آئی، ارادہ تھا کہ اشاعات کا سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا، لیکن پھر وہی موانع سد راہ ہوگئے جو میری تمام مشغولیتوں کے لئے ہو چکے ہیں اور کسی ایک مقام پر قیام نہ کر سکنے کی وجہ سے اس کا سلسلہ بھی آگے نہ بڑھ سکا۔

میں اس موقعہ پر ضرورت کی زیادہ تشریح نہ کروں گا کیونکہ وہ اس قدر واضح ہے کہ حاجتِ تفصیل نہیں۔ سفر شروع ہو چکا ہے۔ قدم سفر سے ناآشنا نہیں رہے ہیں لیکن راہ و رسم سفر اور منازل و مواقع راہ سے اب تک بے خبری چھائی ہوئی ہے اور اس لئے قدم قدم پر لغزشیں ہو رہی ہیں اور طرح طرح کی حیرانیاں پیش آرہی ہیں اس حالت کا صحیح اندازہ اُن بے شمار خطوط سے ہو سکتا ہے جو ہر گوشۂ ملک سے ہمیشہ آتے رہتے ہیں اور جن کا فرداً فرداً اور بار بار جواب دینا اب میری طاقت سے باہر ہو گیا ہے۔

(۶)

بحالتِ موجودہ یہ بات تو میری طاقت سے باہر ہے کہ الہلال و البلاغ کے درجہ کا کوئی رسالہ جاری کر دوں کیونکہ جبتک موجودہ تحریک کی مشغولیت سے مہلت نہ ملے، اس کے لئے وقت نہیں نکال سکتا اور نہ اسکی ذمہ داری لے سکتا ہوں کہ کسی پرچہ اور اخبار کو براہِ راست خود مرتب کر سکوں گا۔ علی الخصوص ایسی حالت میں تمام تر وقت سیر و سفر میں بسر ہو رہا ہے۔ اور ابھی لوگ اس درجہ نظم و انضباط کے عادی نہیں ہوئے ہیں کہ کارکنوں کو سفر کی حالت میں بھی حفظ اوقات اور معمولات کی مہلت دے سکیں۔

پس اگر بحالتِ موجودہ اس ضرورت کا کوئی علاج میرے اختیار میں تھا تو وہ یہی تھا کہ دیگر اہلِ قلم کے زیرِ اہتمام ایک رسالہ جاری ہو جاتا، مسلک و مشرب کی نگرانی میرے ذمے رہتی، اور جس قدر بھی فرصت ہاتھ آتی وقت کے ضروری مسائل و مقامات پر میری تحریرات وقتاً فوقتاً اس میں شائع ہوتی رہتیں چنانچہ اسی غرض سے پیغام جاری کیا جاتا ہے اور امید ہے کہ جن احباب نے اس کی ترتیب و اہتمام کا بار اٹھایا ہے، اُن کی مستعدی وقت کی ایک سب سے بڑی ضرورت کے لئے مقبول و مشکور ہوگی۔

(۷)

۱۔ اس رسالہ کی اشاعت سے بالفعل صرف یہ مقصود ہے کہ موجودہ تحریک کے لئے تبلیغ و ہدایت کا ایک باقاعدہ سلسلہ قائم ہو جائے پس اصل موضوع رسالہ کا یہی ہے البتہ گاہ گاہ علمی و مذہبی مضامین کے لئے بھی گنجائش نکالی جائے گی۔ تفسیر قرآن کے بعض مناسبِ وقت مباحث اور حصے بھی شائع ہوتے رہیں گے۔

۲۔ احبابِ کرام کو چاہئے کہ حالت سے زیادہ توقع نہ رکھیں اور سرِ دست ان امیدوں کے ساتھ پیغام کو نہ دیکھیں جو الہلال و البلاغ کے لئے مخصوص تھیں جس وقت تک موجودہ حالت جاری ہے میں صرف اتنا ہی کر سکتا ہوں کہ ہر نمبر کے لئے بقدرِ فرصت کچھ نہ کچھ مواد مہیّا کرتا رہوں۔ وقت کے ضروری معاملات و سوالات کی نسبت میری تحریریں بالالتزام اس میں نکلتی رہیں گی لیکن پرچہ کی ترتیب اور بقیہ حصہ کے مضامین خود ایڈیٹر اور دیگر اہلِ قلم کے متعلق رہیں گے۔

۳۔ بالفعل رسالہ میں مقالات اور مختارات کے علاوہ استفتا، اور استفسارات کے ابواب بھی بالالتزام رہیں گے اور ان کے نیچے تمام ضروری سوالات کے جوابات درج ہوتے رہیں گے جو اس وقت خطوط کے ذریعہ صرف مستفسرین ہی تک محدود رہتے ہیں۔

۴۔ ہر تحریر کا ایک موضوع اور مقصد ہوتا ہے اور اس کا اسلوب و اندازِ بیاں اسی کے مطابق اختیار کیا جاتا ہے، اس رسالہ کا مقصد صرف تبلیغ ہے، انشاء و ادب نہیں ہے پس جس قدر مضامین نکلیں گے نہایت صاف، سہل، اور آسان زبان میں ہوں گے اس کے اوراق سے الہلال کے

لٹریچر کی توقع صحیح نہ ہو گی۔

۵۔ یہ پہلا نمبر اس لئے شائع کر دیا جاتا ہے کہ سلسلہ شروع ہو جائے۔ انشاء اللہ آئندہ نمبر دل سے تمام مضامین کی تقسیم وتبویب شروع ہو جائے گی۔"

علی برادر کی گرفتاری

بالآخر گورنمنٹ نے وہی کیا جو اُس کو کرنا تھا، اور وقت آگیا ہے کہ ہم بھی وہی کریں جو ہمارا فرض ہے۔ گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے اور سب سے پہلے علی برادر گرفتار کئے گئے ہیں، جن کی گرفتاری کی خبر سُن کر ہر ہندو مسلمان کا دل جوش و راضطراب سے معمور ہو گیا ہو گا لیکن میں تمام ملک سے التجا کرتا ہوں کہ ان کے امتحان کی سب سے بڑی نازک گھڑی یہی ہے جو آگئی ہے۔ یہ وقت ہے جو یا تو ہماری فتحمندی کو پوری طرح مکمل کردے گا۔ یا خود ہمارے ہی ہاتھوں سے فتحمندی بدترین شکست کی حالت میں مبدّل ہو جائے گی، اگر ہم نے اپنے جوش کو صحیح راستہ پر لگا دیا تو یہ گرفتاری کامل معنوں میں ملک کی قریبی فتحمندی کا پیش خیمہ ثابت ہو گی لیکن اگر ہم صبر و سکون قائم نہ رکھ سکے اور ملک کے امن میں ایک لمحہ کے لئے بھی خلل پڑ گیا تو تیتیس کروڑ انسانوں کی آزادی، خلافت کی کامیابی اور اٹھارہ مہینے کا سرمایۂ فتح اسی لمحہ تاراج ہو جائے گا، مہاتما گاندھی کا پیغام ہر شخص کے لئے دستور العمل ہونا چاہئے اور ہمارے تمام جوش اور سرگرمی کو صرف ایک ہی نقطۂ عمل میں سمٹ آنا چاہئے، اگر فی الحقیقت ہمارے دلوں میں ان دونوں بھائیوں کو قربانی کی سچّی عزّت و محبّت ہے تو اس کا صرف ایک ہی سچّا ثبوت ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اُس کام کو جلد سے جلد ختم کر دیں جس کی راہ میں اُنہیں جیل خانہ جانا پڑا ہے اُن کی گرفتاری میں ہمارے لئے کوئی غم نہیں ہے البتہ ان کی عزّت پر رشک! اور ان کے اور اپنے مقصد کے لئے پہلے سے زیادہ مستعدی ہونی چاہئے۔ ۱۹۱۵ء میں اُن کی نظر بندی سے ۹ ماہ بعد مجھے نظر بند ہونا پڑا

تھا، اور میں نے اُس وقت حسرت سے کہا تھا کہ اس راہ میں وہ مجھ سے بازی لے گئے، آج بھی ہم افسوس کرنیکی جگہ سچی مبارکباد دینگے اور کہیں گے کہ "وہ ہم سب سے بازی لے گئے"

مسئلۂ خلافت وجزیرۃ العرب

خلافت کمیٹیوں کو اب کیا کرنا چاہیئے؟

ایک سال چھ ماہ

الحمد للہ وحدہٗ۔ ڈیڑھ سال کا زمانہ گزرا کہ تحریک خلافت نے باقاعدہ جدوجہد کی صورت اختیار کی اور تمام ملک میں خلافت کمیٹیاں قائم کی گئیں۔ اگرچہ عزم وہمت کا مقتضا ہمیشہ یہی ہونا چاہیئے کہ جو کچھ ہو چکا ہے، اُس کو کم سے کم سمجھا جائے اور جتنا نہ ہو سکا اس پر افسوس وحسرت کا اظہار ہو، لیکن یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی صریح ناشکری ہوگی، اگر ہم اُن عظیم الشان نتائج کے اعتراف وبیان میں کوتاہی کریں جو اس ڈیڑھ سال کی مدت میں خلاف توقع وگمان ظاہر ہو چکے ہیں اور جن کے ظہور کے لئے اسکی توفیق چارہ ساز نے خلافت کمیٹی کے وجود اور کارکنانِ دعوتِ خلافت کی درماندہ مساعی کو ذریعہ و آلہ بنا لیا، ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم!

چند لمحوں کے لئے اُن موانع ومفاسد کا بھی تصوّر کر لیجیے جن سے ہمارا سفر گھرا ہوا تھا، اُن درماندگیوں اور کمزوریوں کو بھی سامنے لائیے جن میں سے ہر کمزوری امیدوں کا خون کر دینے کے لئے کافی تھی۔ ہم نے کونسا قدم اُٹھایا جس کے لئے مشکلوں کی ٹھوکریں نہ تھیں؟ ہم کونسا گوشہ بلا جور کا وٹوں سے لبریز نہ تھا؟ دشمنوں نے کب دشمنی میں کوتاہی کی؟ اور دزدانِ راہ نے کب ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی کمین گاہوں کو چھوڑا؟ تاہم ہمارا سفر جاری رہا اور منزلِ مقصود کی طرف بڑھتا ہی گیا۔ آج ہم پورے یقین کے ساتھ اعلان کر سکتے ہیں کہ اُن تمام موانع ومشکلات کو دیکھتے ہوئے جو اوّل دن سے اس راہ میں حائل تھیں، اس ڈیڑھ سال کی قلیل مدت میں جو کچھ ہو چکا ہے، وہ کسی طرح بھی مایوس کن نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی غیبی کارسازیوں کا ایک حیرت انگیز نمونہ ہے اور ایسی عظیم الشان کامیابی ہے جس کے

حصول پر ہر مسلمان کو سجدۂ شکر بجالانا چاہیے، اور آئندہ کے لئے زیادہ مستعدی اور تیز رفتاری کے ساتھ سرگرم کار ہو جانا چاہیے۔ اگر ہم سب نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ کی وہ رحمت جس نے ابتدا کی بے سروسامانیوں میں ہمارا ساتھ دیا ہے، آج درمیانی منزل کے امتحان میں بھی ساتھ دے گی، اور پھر خاتمہ کی فتحمندی بھی یقیناً ہمارے ہی لئے ہے۔ سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا!

خلافت کمیٹی نے اب تک کیا کیا؟

خلافت کمیٹی نے یہ کیا کہ نا امیدیوں سے امید کی اور نامرادیوں سے فتح و مراد کی بشارت پیدا کر دی
ھوالذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا وینشر رحمتہ وھوالولی الحمید!

۱۔ تمام ملک عمل و ساعی سے بے پروا تھا۔ خلافت کمیٹی نے سب کو کام پر لگا دیا۔

۲۔ اُس نے خلافتِ اسلامیہ اور جزیرۃ العرب کی حفاظت کے لئے آٹھ کروڑ مسلمانوں کے جذبات کو متحد کر دیا۔

۳۔ اُس نے ہندوستان میں سب سے پہلے ایک ایسی حرکت پیدا کی جو طبقۂ خواص سے گزر کے عامۃ الناس تک میں اثر کر گئی۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ وہ ہندوستان میں طبقۂ عوام کی پہلی تحریک ہے۔

۴۔ اُس نے سب سے پہلے ہندوستان کی دونوں قوموں میں عملی طور پر اتحاد قائم کیا اور ہندو مسلمان طلبِ حق کی راہ میں ایک دل اور ایک زبان ہو گئے۔

۵۔ اُس نے نوان کو اپریشن (ترکِ موالات) کی دعوت ملک کے سامنے پیش کی، اور بے سروسامان ہندوستان کے ہاتھ میں سب سے پہلے فتح و مراد کا ایک بے خطا ہتھیار نظر آیا۔

۶۔ اُسی کی جد و جہد سے ہندوستان کی بیداری سب سے پہلے قولی و نظری درجہ سے گزر کر فعلی و عملی میدان میں گام زن ہوئی۔

۷۔ اُس نے باوجود نہایت مایوس کن اور مہیب مخالفتوں کے اپنی جد و جہد جاری رکھی، اور بالآخر ملک کی سب سے بڑی نائب اور سیاسی جماعت انڈین نیشنل کانگرس سے ترکِ موالات کا نظامِ عمل منظور کرا لیا حتیٰ کہ اب ترکِ موالات خود کانگرس کا موضوعِ عمل بن گیا ہے، اور جو راہ ابتدا میں صرف خلافت کمیٹی کی ایک

سیاسی بدعت سمجھی جاتی تھی، وہ اب تمام ہندوستان کے لئے تنہا ذریعۂ نجات تسلیم کرلی گئی ہے۔ ابتدا میں صرف مہاتما گاندھی جی خلافت کمیٹی کی تجویزِ ترکِ موالات میں شریک و معاون تھے، لیکن اب تمام برادرانِ ہنود ہمارے ہم صفیر و ہم نوا ہیں!

۸۔ اُس نے مُلک کی ایک بہت بڑی مصیبت یعنی مسئلۂ مظالمِ پنجاب کو بھی پوری قوّت کے ساتھ زندہ کردیا۔ گو خلافت کمیٹی کے مقاصد میں براہِ راست وہ داخل نہ تھا، لیکن آج اُس کی ضمن میں آکر اُس کی قوّت سے پوری طرح فائدہ اُٹھا رہا ہے!

۹۔ اسی کی جدوجہد کا نتیجہ تھا کہ آج مُلکی آزادی اور سوراجیہ کی تحریک اس قوّت کے ساتھ ظہور میں آگئی جو انشاء اللہ العزیز تمام عالمِ اسلامی کی آزادی اور نجات کا ذریعہ ثابت ہوگی۔ مسئلہ خلافت کا اصلی حل ہندوستان کی آزادی پر موقوف تھا۔ اس لئے تحریکِ خلافت نے خود بخود ملک کو تحریکِ آزادی تک پہنچا دیا۔

۱۰۔ اُس نے ڈیڑھ سال کے عرصہ میں تقریباً چودہ لاکھ روپیہ مرکز میں جمع کیا اور اسکو اندرونی جدوجہد کے علاوہ انگلستان کے وفد اور مظلومین سمرنا کی اعانت میں خرچ کیا۔ البتّہ یہ ضروری ہے کہ کام اور وقت کی اہمیت دیکھتے ہوئے یہ مالی اعداد کسی طرح بھی کافی نہیں کہے جاسکتے۔ اور آئندہ اس مد میں بہت زیادہ اور بہت جلد سعی و تدبیر کی ضرورت ہے۔

۱۱۔ انڈین نیشنل کانگرس کی موجودہ تحریک خلافت ہی کے لئے ہے اور خلافت کی تحریک ہی سے پیدا ہوئی ہے، اس لئے جو نتائج اس وقت اُس کے دامنِ عمل میں نظر آرہے ہیں، وہ بھی فی الحقیقت دعوتِ خلافت ہی کے برگ و بار ہیں۔ اگر خلافت کمیٹی کی جدوجہد ظہور میں نہ آتی تو کیا ہندوستان کی ملکی جدوجہد کی تاریخ میں یہ عظیم الشّان فتح مندی نظر آسکتی تھی کہ گنے ہوئے نوّے دنوں کے اندر ایک کروڑ پانچ لاکھ روپیہ جمع ہوچکا ہے۔ لاکھوں مرد و زن کانگرس کے ممبر ہوچکے ہیں، اور لاکھوں چرخے بہ یک وقت متحرّک ہیں؟

۱۲۔ اُس کی صدائیں ہندوستان کے باہر بھی پہنچیں، اور عالمِ اسلامی کے مختلف گوشوں میں

جو جدوجہد جاری تھی، اس میں ایک نئی سرگرمی پیدا ہو گئی۔

غرضکہ اس قلیل مدت کے اندر باوجود ہر طرح کی بے سروسامانیوں اور مشکلوں کے ہمارے قدم برابر بڑھتے ہی گئے، الحمدللہ کہ ہماری کوششیں بیکار نہ گئیں، ہماری آرزوئیں نامراد نہ ہوئیں کامیابی نے ہمارا ساتھ نہ چھوڑا۔ امید نے ہمیں جواب نہ دیا اور جس کام کو دوست و دشمن برسوں میں بھی ممکن نہیں سمجھتے تھے، اس کو ہم نے توفیقِ الٰہی سے ہفتوں اور مہینوں میں انجام دے دیا۔ آج مسئلہ خلافت کے لئے تینتیس کروڑ انسان سرگرمِ کار ہیں، تحریک اپنی تمام ابتدائی آزمائشوں سے کامیاب گزر چکی ہے، اور مال و جان دونوں کی قربانیاں ہو رہی ہیں، روز بروز ہماری طاقت بڑھتی جاتی ہے اور جہاں تک تحریک کا تعلق اندرونی اتحاد و استحکام سے تھا، ہم پورے اطمینان کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی فتح مندی قریب ہے:۔ الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ!

اب کیا کرنا چاہیئے؟

کلکتہ کے اسپیشل اجلاس کانگرس نے اگرچہ عظیم الشان کثرت رائے کے ساتھ ترکِ موالات کا پروگرام منظور کر لیا تھا، لیکن پھر بھی متعدد سربرآوردگانِ کانگرس کے حلقے اس سے الگ تھے اور سالانہ اجلاس کے موقعہ کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ بالآخر فیصلہ کی وہ یادگار گھڑی آگئی اور تحریکِ خلافت کی قوت و نفوذ کا حیرت انگیز منظر دنیا کی آنکھوں نے دیکھ لیا۔ ہندوستان کی تمام مختلف قوموں، مذہبوں اور جماعتوں کے بیس ہزار نائبوں کا مجمع ناگپور میں ہوا تھا، مگر سب نے بالاتفاق ترکِ موالات کی دعوتِ حق پر لبیک کہا، اور ایک صدائے مخالف بھی اس میں خلل انداز نہ ہوئی۔

پس فی الحقیقت کانگرس کی جدوجہد کا سلسلہ اجلاس ناگپور سے شروع ہوتا ہے اس اجلاس کے بعد سے کانگرس نے پوری طرح اس تحریک پر عمل شروع کر دیا۔ اور تمام صوبوں اور ضلعوں میں اپنا نظام وسیع کر کے ترکِ موالات کے پروگرام پر عملی جدوجہد شروع کر دی۔

اس واقعہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ اجلاس ناگپور تک جو کام خلافت کمیٹیاں تنہا کر رہی تھیں یعنی ترکِ

موالات کی دعوت و عمل و نفاذ۔ وہ اس اجلاس کے بعد سے کانگریس نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور ہر جگہ کانگریس کمیٹیوں کے ماتحت شروع ہوگیا، کانگریس ملک کی تمام قوموں اور جماعتوں کی مشترک اور متحدہ مجلس ہے۔ اس لئے جس طرح وہ ہندوؤں کی ہے، اسی طرح مسلمانوں کی بھی ہے جس طرح ہندو اس کے کارکن ہیں اسی طرح مسلمان بھی اس میں کام کر رہے ہیں۔ پس کانگریس کے کام کرنے کے یہ معنی ہوئے کہ جس طرح ہندوؤں نے بہ حیثیت رکن کانگریس کے ترکِ موالات کا کام انجام دیا ٹھیک اسی طرح مسلمانوں نے بھی بہ حیثیت رکن کانگریس کے اس کام کو سنبھال لیا اور اس طرح تحریکِ خلافت کا کام ٹھیک ٹھیک اسی اسلوب پر انجام پانے لگا جو متحدہ ہندوستان کے لئے ہونا چاہئے تھا۔

لیکن مسلمانوں کی ایک خاص حیثیت دوسری بھی پیدا ہو گئی تھی۔ یعنی خلافت کمیٹی کی حیثیت ناگپور کے اجلاس کانگریس تک وہ خلافت کمیٹی کے ذریعہ دو کاموں میں مشغول تھے۔ روپیہ کی فراہمی میں اور ترک موالات کی دعوت و عمل میں۔ اب ترکِ موالات کا پورا کام کانگریس نے سنبھال لیا ہے اور اس کے لئے تلک سوراج فنڈ کے نام سے وہ روپیہ بھی جمع کر چکی ہے بس یقیناً یہ سوال سامنے آجاتا ہے کہ اب خلافت کمیٹیوں کے لئے کیا کام باقی رہ گیا ہے؟ اور اُن کا نظام کن کاموں میں مشغول رہے؟

خلافت کمیٹیوں کے بعض کارکن اس سوال کو مرکزی خلافت کمیٹی کے سامنے پیش کر چکے ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کے خیال میں اس سوال نے اک گونہ پریشانی پیدا کر دی ہے وہ کہتے ہیں کہ تحریکِ خلافت کا سب سے بڑا عملی کام ترکِ موالات تھا اُس کو ہم نے کانگریس میں سنبھال لیا ہے اور کام کے نظم و انضباط کے لئے ضروری ہے کہ تمام کام ایک ہی مرکز اور نظام سے انجام پائے پس اب خلافت کمیٹیوں کو کیا کرنا چاہئے؟ ترکِ موالات کی دعوت و تبلیغ، قومی پنچایتوں کا قیام چرخوں کا رواج، سودیشی کی پکار، ولایتی کپڑے کا بائیکاٹ، قومی تعلیم کا اجرار، یہی کام خلافت کمیٹیوں کے کرنے کے تھے، اور یہی اب ہر جگہ کانگریس کمیٹیاں کر رہی ہیں۔ پس اب خلافت کمیٹیوں کے لئے کیا چیز باقی رہ گئی؟

ضروری ہے کہ اس سوال کو صاف کر دیا جائے۔ یہ سچ ہے کہ تحریکِ ترکِ موالات خلافت کمیٹیوں کے لئے اصلی کام تھا، اور یہ بھی سچ ہے کہ اب اُس کا تمام عملی کام تمام کانگرس کمیٹیوں نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا ہے، اور اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ ایسا ہی ہونا چاہئے تھا، اور ایسا ہی ہونا تحریکِ خلافت کی سب سے بڑی کامیابی ہے تاہم ایک لمحہ کے لئے بھی یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ خلافت کمیٹیوں کے لئے اب کوئی کام باقی نہیں رہا، اور کانگرس کمیٹیوں کی مشغولیت کے بعد اُن کا وجود بیکار ہو گیا ہے بلکہ سچ یہ ہے کہ خلافت کمیٹیوں کے کام کی اصلی گھڑی اُسی وقت سے شروع ہوئی ہے جس وقت سے کانگرس نے یہ کام اپنے ہاتھوں میں لیا ہے اور اُس کی شرکت کی وجہ سے وہ بیکار نہیں ہو گئی ہیں بلکہ اُن کے وجود کا اصلی اور عظیم الشّان کام اُن کے سامنے آگیا ہے، حتّیٰ کہ پورے وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ باوجود کانگرس کی شرکت واتّحادِ عمل کے اب بھی کام کی آخری کامیابی و فتح مندی خلافت کمیٹیوں ہی کی مستعدی و سرگرمی پر موقوف ہے!

تحریکِ خلافت اور مسلمانوں کے دو فرض

تحریکِ خلافت کے سلسلے میں مسلمانانِ ہند کے ذمے بہ یک وقت دو فرض عائد ہوتے ہیں ایک داخلی اور ایک خارجی۔ داخلی فرض سے یہ مقصود ہے کہ ہندوستان کے اندر حصولِ مقاصد کے لئے جدوجہد کرنا۔ خارجی فرض سے یہ مقصود ہے کہ ہندوستان سے باہر مسلمانانِ عالم پر جو مصائب چھائے ہوئے ہیں، اُن کی بروقت خبر گیری کرنا اور حسبِ استطاعت مدد کرنا۔

تحریکِ خلافت کی اندرونی جدوجہد کے لئے ترکِ موالات کا پروگرام قرار پایا اور خارجی تدابیر کے لئے سمرنا فنڈ کا اجراء ہوا۔ اگر چند لمحوں کے لئے یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ داخلی جدوجہد کا تمام کام کانگرس نے سنبھال لیا ہے، جب بھی یہ حقیقت بالکل ظاہر ہے کہ بیرونی فرائض کا تمامتر بوجھ صرف مسلمانوں ہی کی گردنوں پر ہے، اور ان کی انجام دہی کا تمام تر کام صرف خلافت کمیٹیاں ہی انجام دے سکتی ہیں۔ کام کا صرف یہی حصّہ بجائے خود اس قدر ضروری اور عظیم الشّان ہے کہ اگر پوری مستعدی کے ساتھ کام کیا جائے تو کارکنانِ خلافت ایک لمحہ کے لئے بھی بیکار نہیں رہ سکتے ہندوستان کے

آٹھ نو کروڑ مسلمانوں کی نصف تعداد بھی اگر زندگی میں ایک مرتبہ بقائے خلافت کے لئے چار چار آنہ نکالتی تو اس وقت ہم ایک کروڑ روپیہ سمرنا بھیج سکتے اور اُن لاکھوں فرزندانِ اسلام کو تباہی و ہلاکت سے بچا لیتے جن میں کا ہر فرد حفاظتِ خلافت کے لئے اب بھی ایک دیوارِ آہنی کا کام دے رہا ہے لیکن ہم اس وقت تک ایسا نہ کر سکے، اور یہ اوّلین فرضِ اسلامی بدستور ہمارے ذمّے باقی ہے۔ کیا ایک ایسے عظیم الشّان کام کے ہوتے ہوئے بھی ہم اس دھوکے میں پڑ سکتے ہیں کہ ہمارے لئے کوئی خاص کام باقی نہیں رہا ہے؟

ہم نے فرض کر لیا تھا کہ داخلی جدوجہد کے لئے صرف کانگریس کا کام کافی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ حصّہ بھی اُس وقت سے کہیں زیادہ ہماری سرگرمیوں کا محتاج ہے جس وقت تک کانگریس نے اس تحریک کو اپنے ہاتھوں میں نہیں لیا تھا۔ خلافت کمیٹی کا یہ کام تھا کہ ترکِ موالات کی دعوت کو تمام ملک میں مقبول کرائے۔ وہ اس میں کامیاب ہوگئی اور کانگریس نے منظور کر کے کام شروع کر دیا، لیکن اب خلافت کمیٹیوں کے ذمّے خاص مسلمانوں کے سعی و عمل کی نازک ذمہ داری عائد ہوگئی ہے۔ جس وقت تک جنگ شروع نہیں ہوئی تھی خلافت کمیٹی سب کو جنگ کی طرف بلا رہی تھی۔ اب جنگ شروع ہوگئی ہے، اور اُس کا فرض ہے کہ اپنی جماعت کو اس فیصلہ کن جنگ میں ساتھیوں سے پیچھے ہونے نہ دے بلکہ جن پڑے تو دس قدم آگے رکھے اگر اُس نے اس فرض کی ادائگی میں ذرہ بھی کوتاہی کی اور مسلمان سعی و عمل میں پیچھے رہ گئے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ کانگریس کی تمام سعی اور ہندوؤں کی تمام جدوجہد بھی رائگاں جائیگی، کیونکہ جب تک ہندو اور مسلمان دونوں اپنا اپنا کام پورا نہ کر دیں اس وقت تک ہندوستان کا مجموعی کام کیونکر پورا ہو سکتا ہے۔

اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ صرف ہندو اپنی جدوجہد سے کوئی کامیابی حاصل کر لے سکتے ہیں، جب بھی ہمیں غور کرنا چاہئے کہ وہ کامیابی ہمارے لئے کب خوش آیند ہو سکتی ہے؟ کیا مسلمانوں کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی محرومی کی بات ہو سکتی ہے کہ اصلی کام اُن کا، تحریک اُنکی، پکار اُنکی، سعی و طلب اُنکی، اور آخر میں کامیابی صرف ہندو بھائیوں کے عمل سے؟

بلاشبہ کانگرس ہندو اور مسلمان دونوں قوموں سے مرکب ہے، اور کانگرس کمیٹیاں جو کام کر رہی ہیں ان میں مسلمان بھی ہندوؤں کے برابر کے شریک ہیں لیکن خاص مسلمانوں کے اندر سرگرمی عمل پیدا کرنے کے لئے کانگرس کا نظام کافی نہیں ہے۔ وہ چونکہ مشترک اور خالص سیاسی جماعت ہے اس لئے اسکی آواز مسلمانوں پر خصوصیت کے ساتھ وہ اثر نہیں ڈال سکتی جو خلافت کمیٹیاں ڈال سکتی ہیں۔ خلافت کمیٹیوں کا نظام سیاسی نہیں ہے بلکہ اسلام کی مذہبی روح سے مرکب ہے، اور اس لئے اُن ہی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں کو اسلام و شریعت کے نام پر مخاطب کریں۔ کانگرس کمیٹیاں کسی شہر یا بستی میں پچاس جلسے منعقد کر کے مسلمانوں سے کہیں کہ چرخہ چلاؤ اور لانبی کپڑا چھوڑ دو تو وہ اثر پیدا نہیں ہو گا جو خلافت کمیٹی جمعہ کے دن مسجد میں ایک وعظ کرا کے پیدا کر دے سکتی ہے۔ پس فی الحقیقت ترکِ موالات کی دعوت و تبلیغ کا عظیم الشّان کام بھی خلافت کمیٹیوں کے ذمّے باقی ہے اور اس لئے پہلے سے زیادہ سرگرمی مطلوب ہے۔

کارکنانِ خلافت کو چاہیئے کہ اب وہ اس کام کے لئے پوری سرگرمی کے ساتھ وقف ہو جائیں اور مسلمانوں کے اندر کام شروع کر دیں۔ وہ ہر مسلمان بستی میں جائیں، ہر مسلمان محلّہ میں دورہ کریں ہر مسلمان مرد اور عورت کو پیغامِ حق سُنائیں اور اس طرح جان توڑ کے کوشش کریں کہ ہندوستان کی ساری جماعتوں اور قوموں میں مسلمانوں سے بڑھ کر اور کوئی گروہ نہ ہو جو میدانِ عمل میں سب سے آگے نظر آئے!

یہ حق اور سچائی کا مقابلہ ہے، اور کل کو وہی جماعت سب سے زیادہ ثمراتِ فتح کی حقدار ہو گی جو آج سب سے زیادہ میدانِ جنگ میں سرگرمی دکھلائے گی۔ کل تک ہندوستان کی قوموں نے غلامی کے لئے بازی بدی تھی۔ اور ہر قوم چاہتی تھی کہ دوسری قوم کو گرا کر خود آگے نکل جائے۔ لیکن آج آزادی کے میدان میں ہم اُتر آئے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ ہم میں ہر جماعت دوسری جماعت سے آگے نکل جانے کے لئے قدم بڑھائے۔ خلافت کمیٹیوں کا سب سے بڑا کام بھی یہی ہونا چاہیئے کہ مسلمانوں کو اس میدان کی ہر منزل میں سب سے آگے رکھے، اور اس سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ

ان میں وہ عمل پیدا کرے کہ ملک کی کوئی قوم کوئی جماعت اُن سے بازی نہ لے جاسکے!

اگر کانگریس کے ایک کروڑ ممبروں کی تعداد ابھی پوری نہیں ہوئی ہے تو خلافت کمیٹیوں کو چاہیے کہ صرف مسلمانوں ہی سے ساری بقیہ کمی پوری کرادیں۔ اگر چرخوں کی پکار اُٹھ رہی ہے تو چاہیے کہ سب سے زیادہ تعداد چرخوں کی مسلمانوں ہی کے گھروں میں دکھائی دے۔ سودیشی اور بائیکاٹ کی منزل آگئی ہے تو ہم سب کو اس طرح جان توڑ کر کوشش کرنی چاہیے کہ بائیس کروڑ ہندو بھائی اگر تیس دن کے اندر اپنے جسموں پر گاڑھا دکھلائیں تو سات کروڑ مسلمان پندرہ دن کے اندر اس کام سے فارغ ہو جائیں! اگر شراب خانوں کی بندش اور اُم الخبائث کی ناپاکی سے ملک کی صفائی مطلوب ہے تو چاہیے کہ خلافت کمیٹیاں اپنے دینی فرض کی روح سے معمور ہو جائیں، اور سب سے زیادہ اور سب سے پہلے اس راہ میں سر بکف نظر آئیں اور پھر جب اس پاک مقصد کے لئے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے قدم اٹھیں تو سب سے زیادہ اُن میں تعداد پیروانِ قرآن ہی کی نظر آئے!

اسی طرح اگر مبد وہند کی منزل اپنی قربانی کی دعوتوں اور مقام صبر و رضا کی برکتوں اور سعادتوں کے ساتھ آگئی تو اس وقت ایسا ہو کہ ہر میدان اور ہر گوشے میں مسلمانوں کے قدم سب سے زیادہ اور سب سے پہلے اُٹھیں، اور جہاں دس ہندوؤں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑ رہی ہاں کم از کم بیس مسلمانوں کے ہاتھ تو حق پرستی کے اس پُر فخر زیور سے مزین ہو جائیں!

ہندوستان کو آزاد ہونا ہے اور وہ آزاد ہو کر رہے گا۔ مورخین عالم کی صف ایک نئے آنیوالے مورخ کی راہ تک رہی ہے۔ وہ آزادی ہند کا مورخ ہوگا۔ خلافت کمیٹیاں اگر پوچھتی ہیں کہ اُن کو کیا کرنا چاہیے؟ تو اُس کا جواب یہ ہے کہ اُن کو آزادی ہند کی تاریخ کا پورا مواد صرف اپنے ہی سرمایہ سے فراہم کر دینا چاہیے۔ تاکہ جب مورخ کا قلم اُٹھے تو اُسے اعتراف کرنا پڑے کہ ہندوستان اپنی آزادی کے لئے کسی جماعت کا اس قدر رہین منت نہیں ہے جس قدر پیروان اسلام کا!

مسلمانوں نے تیرہ سو برس ہوئے تمام کرہ ارضی کی آزادی کا بار اپنے سر لیا تھا: وکذالک جعلنٰکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا۔ کیا آج صرف ہندوستان

کی آزادی کا بوجھ اپنے کاندھوں پر نہیں لے سکتے ؟

مسلمانوں نے آجتک صرف اپنی کمزوری و بیچارگی ہی پر ماتم کیا ہے لیکن کبھی اُس صداقت کی لازوال عظمت اور طاقت کی طرف نظر نہ اُٹھائی جو اُن کے دعوئے اسلام میں پوشیدہ ہے۔ اُن کا دعویٰ ہے کہ وہ پیرو اسلام ہیں۔ اگر یہ سچ ہے تو اسلام سے بڑھ کر کون سی تعلیم ہے جو انسانی آزادی کی معلم ہو سکتی ہے اور کون ہے جس نے اُس سے بڑھ کر دنیا میں حق و عدالت اور حریت انسانی کے لئے جہاد کیا ہے ؟ آج اگر اُس کے کروڑوں پیرو ہندوستان میں بستے ہیں اور حق و باطل کا معرکہ پیش آگیا ہے اور صرف دو ہی باتیں سچی ہو سکتی ہیں۔ یا تو ہندوستان میں مسلمان نہیں ہیں، یا ہندوستان کی آزادی صرف مسلمانوں ہی کی قربانی و جانبازی سے ہونی چاہیئے !

مسئلہ خلافت کا بیرونی فرض

یہ تو خلافت کمیٹیوں کے لئے اندرونی کاموں کا میدان تھا، لیکن مسئلہ خلافت کا اہم ترین حصہ ہندوستان سے باہر کا مسئلہ ہے، اور یہی وہ گوشہ ہے جہاں پہنچ کر ہم کو نہایت حسرت و درد کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اب تک بہت کم کام ہوا ہے اور خلافت کمیٹیوں اور مسلمانوں کی پوری ذمہ داری بدستور باقی و محتاج سعی ہے۔

ہم اس وقت مسئلہ خلافت کے لئے ہندوستان کے اندر جو کچھ کر رہے ہیں اُس کا نتیجہ آج نہیں نکل سکتا قانونِ الٰہی کے مطابق سعی و عمل کی ہر منزل سے گزرنا پڑے گا۔ پس سوال یہ ہے کہ اس وقت جو بلائیں اور مصیبتیں ممالکِ اسلامیہ پر چھائی ہوئی ہیں اُن کے لئے ہماری بروقت مدد کیا ہو سکتی ہے ؟

اس وقت تمام دنیا میں صرف مصطفےٰ کمال پاشا کی جماعت ہی اسلامی خلافت کی آخری محافظ جماعت ہے، ہم اُس کو فوری مدد کیا پہنچا سکتے ہیں ؟

سنٹرل خلافت کمیٹی نے اسی غرض سے بیرونی اعانت کا کام بھی اوّل دن سے شروع کر دیا تھا اور سمرنا فنڈ کے نام سے اپیل کی گئی تھی۔ وہاں آدمیوں کی کمی نہیں ہے، لڑنے والے کمزور اور بے ہمت نہیں ہیں۔ اُن کی اصلی مصیبت مالی افلاس و درماندگی ہے اُن پر یک وقت دو مقام پڑ گئے ہیں

دشمنوں سے لڑنا اور دشمنوں کے ظلم و خونخواری سے تباہ شدہ اسلامی آبادیوں کی خبر گیری کرنا۔ اس مصیبت اور کشمکش نے درماندہ و لاچار کر دیا ہے پس اُن کے لئے سب سے بڑی مدد روپیہ کی مدد ہے، مسلمانانِ ہند کے لئے کچھ مشکل نہ تھا کہ ایک کروڑ روپیہ اس غرض سے فراہم کر دیتے۔ یہ ایک کروڑ روپیہ اس وقت وہاں وہ کام انجام دیتا جو ایک لاکھ سپاہیوں کی بندوقیں بھی انجام دے سکتیں

گزشتہ سال اسی غرض سے میں نے ایک روپیہ کی رسید چھاپی، اور بعد کو مرکزی کمیٹی کی جانب سے بھی وہی رسیدیں شائع کی گئیں۔ یہ روپیہ کی وصولی سب سے زیادہ آسان اور بہتر طریقہ تھا، لیکن افسوس ہے کہ اب تک اس کے لئے نہایت ہی سست رفتاری کا کام ہوا ہے۔ یونانیوں کی خونخواری اور اُن کے پس پردہ مددگاروں کی سازشیں ہماری سست رفتاری کا پاس نہیں کریں گی۔ اُن کے قدم نہایت تیزی کے ساتھ بڑھ رہے ہیں۔ پس اگر فی الحقیقت اسلام کی اس آخری حکومت کی بربادی کا ہمارے دلوں میں کچھ بھی درد ہے تو خلافت کمیٹیوں کو روپیہ کی فراہمی کے لئے ایک آخری اور فیصلہ کن کوشش کرنی چاہئے۔

یہ دوسرا کام بھی خلافت کمیٹیوں کے لئے باقی ہے،

سب سے آخر مگر سب سے پہلے

اب سب سے آخر وہ کام ہمارے سامنے آتا ہے جو فی الحقیقت سب سے پہلا اور سارے کاموں کے لئے بمنزلہ اصل و بنیاد کے ہے۔ جبتک یہ کام باقی ہے، کیونکر اس بات کا تصور بھی کیا جا سکتا ہے کہ خلافت کمیٹیوں کے لئے کام باقی نہیں رہا؟

مسلمان اگر خلافت اور آزادی کے لئے آسمان کے تارے بھی توڑ لائیں، اور اُن کے ایک جانب چاندی سونے کا ڈھیر ہو دوسری جانب فوجوں کی قطاریں کھڑی ہو جائیں پھر بھی وہ کامیاب نہیں ہو سکتے جبتک وہ خود اپنے اندر ایک مضبوط اور سچی تبدیلی پیدا نہ کریں گے، اور اُن تمام گناہوں اور جرموں کے ارتکاب سے باز نہ آجائیں گے جن کی وجہ سے یہ تمام مصیبتیں اُن کو گھیرے ہوئے ہیں

اولا یرون انھم یفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین ثم لا یتوبون و لا ھم یذکرون!

پس ہمارا کوئی فرد اور کوئی گروہ وقت کا اصلی کام انجام نہیں دے گا، اگر وہ اس کام کی طرف سے غفلت کرے گا۔ خلافت کمیٹیوں کو چاہیئے کہ پورے اخلاص و صداقت کے ساتھ اس کام کو جاری کردیں اور جہاں تک بھی اُن کے امکان میں ہو اس کی دعوت و تبلیغ میں اپنی جانیں لڑا دیں۔

اس سلسلے میں ان کا طریق کار یہ ہونا چاہیئے!

۱۔ مسلمانوں کو عموماً توبہ انابت اور ترکِ معاصی و فسوق کی ہدایت کی جائے، اور ان کے ذہن نشین کیا جائے کہ جبتک وہ اپنی عملی حالت درست نہ کریں گے اُس وقت تک موجودہ مصائب دور نہیں ہو سکتے۔

۲۔ بیکاری ایک شرعی معصیت ہے پس کسی مسلمان کو اپنی زندگی بیکار نہیں کاٹنی چاہیئے اور جو مسلمان مرد عورت بیکار ہو اُس کو چرخا کاتنے اور کپڑا بُننے پر لگا دیا جائے،

۳۔ نماز کی پابندی اور جماعت نماز کے قیام پر زور دیا جائے اور اس سرگرمی سے اس کا ولولہ پیدا کردیا جائے کہ ایک مسلمان بھی بے نمازی نظر نہ آئے۔

۴۔ مسلمانوں میں باہم یگانگت اور اتحاد و مواخات کو ترقی دی جائے، تمام جھگڑوں اور اختلافوں کو دور کیا جائے، ہر مسلمان دوسرے مسلمان بھائی کے درد و غم کا شریک ہو جائے، اور یہ حقیقت لوگوں کے دلوں پر نقش کردی جائے کہ مسلمانوں کی کسی معصیت نے ان کو اس قدر نقصان نہیں پہنچایا ہے جس قدر باہم اختلافات اور تفرقہ نے، اور کوئی چیز بھی اب ان کو اس قدر نفع نہیں پہنچا سکتی جس قدر یہ چیز کہ سب مل کر ایک نفسِ واحدہ ہو جائیں۔ اذا اشتکی منہ عضو تداعی لہ سائر الجسد بالسھر والحمی۔

۵۔ مسلمانوں کی عملی زندگی بالکل تباہ ہو چکی ہے اس لئے ان کی بُرائیوں اور خرابیوں کے اس قدر بے شمار جزئیات ہیں کہ ان کو سمیٹنا اور بیان میں لانا آسان نہیں، پس چاہیئے کہ احکام شرع کے احترام اور اتباع کا مردہ ولولہ پھر از سر نو زندہ کردیا جائے، اور ایسا ہو کہ لوگوں کے دل اللہ اور اس کی شریعت کے حکموں کے آگے سربسجود ہو جائیں۔

۶۔ سب سے بڑی اور مقدم بات یہ ہے کہ خلافت کمیٹیوں کے تمام ارکان اور کارکن سب سے پہلے خود اپنی زندگی کو شرعی پابندی اور ایمان و اخلاص کا نمونہ بنالیں اور جتنی باتیں اپنے منہ سے نکالیں، اپنے وجود پر بھی ان کو طاری کرلیں۔ اگر صرف اتنی ہی بات پوری طرح انجام دے دی گئی اور ہر جگہ ایک ایسی کارکن جماعت پیدا ہو گئی جس کا قول و عمل یکساں ہو گیا تو خلافت کمیٹیوں نے اپنے وجود کا بہت بڑا کام انجام دے دیا و بشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ھداھم اللہ و اولئک ھم اولوا الالباب ۔

فیصلہ کا انتظار

مسٹر محمد علی، شوکت علی، ڈاکٹر سیف الدین کچلو، مولانا حسین احمد، پیر غلام مجدد، شنکراچاریا کی گرفتاری پر کامل دو ہفتے گزر چکے ہیں۔ وہ کراچی کے جیل خانے میں مقید ہیں، اور وہیں کی ایک عمارت میں مجسٹریٹ کے سامنے اُن کا مقدمہ پیش ہوا ہے اور ابتدائی کارروائی جو قانونی اصطلاح میں "تحقیقات" کے نام سے موسوم کی گئی ہے، ختم ہو چکی ہے اور اب سشن کی کارروائی شروع ہونے والی ہے۔ چند دنوں تک اُس کا ہنگامہ بھی گرم رہے گا۔ پھر بالآخر فیصلہ کا دن آئے گا اور نام نہاد عدالت اپنا آخری فیصلہ سنا دے گی۔

ایک دوسرا مقدمہ

لیکن ٹھیک اسی طرح ایک دوسرا مقدمہ بھی ہے جو ایک عدالت میں پیش ہو چکا ہے۔ اُس عدالت کی بھی حکومت ہے، اُس کا بھی قانون ہے، اُس کی بھی جزا و سزا ہے، وہاں بھی مجرموں کی پکار ہوتی ہے، اور وہاں کے لئے بھی ایک فیصلہ کا دن آیا کرتا ہے۔

یہ چند انسانوں کا نہیں بلکہ قوموں اور ملکوں کا مقدمہ ہے اور دُنیا کی کسی ٹھہرائی ہوئی

عدالت میں نہیں بلکہ خدا کی ازلی و ابدی عدالت کے سامنے پیش ہو چکا ہے حق باوجود اپنی تمام بے سروسامانیوں کے مدعی ہے، اور باطل اپنے تمام سامانوں اور طاقتوں کے ساتھ مدعا علیہ ہے۔ ایک طرف ہندوستان اور ہندوستان کی تیتیس ۳۳ کروڑ مخلوق ہے، چالیس کروڑ پیروان اسلام ہیں اور تمام ایشیا و افریقہ ہے اُجڑی ہوئی آبادیاں، ویران شہروں کے کھنڈر، خون کے سیلاب، بیواؤں کے آنسو، یتیموں کی چیخیں، اور مظلوم اور روندی ہوئی زمینوں کے ایک ایک کونے ایک ایک ذرّے کی فریادیں ہیں، دوسری طرف انسانی تاج و تخت کا غرور ہے، ظلم کا گھمنڈ ہے، طاقت کی سرشاری ہے، دولت کے خزانے ہیں، فوجوں کی قطاریں ہیں، ہولناک ہتھیاروں کے ذخیرے ہیں، اور انسان کی مادّی ہیبت وسطوت اور دُنیاوی قہرو اقتدار کا بےخوف و بیباک دعویٰ ہے۔ یہ دونوں فریق مالک الملک احکم الحاکمین کے تخت جلال کے آگے کھڑے کئے جا چکے ہیں۔ عدالت اپنا کام کر رہی ہے، قانون اٹل اور بے پناہ ہے اور حکم ناگزیر اور لابدی، ضرور ہے کہ انتظار ختم ہو، اور ضرور ہے کہ نتیجہ کا دن آجائے۔ وہ آئے گا اور بالآخر ایک دن فیصلہ سُنا یا جائیگا:۔ فاذا جاء امر اللہ، قضی بالحق، وخسر ھنالک المبطلون! (۴۰: ۷۸)

کراچی کے مقدمہ کی طرح یہ مقدمہ بھی نیا نہیں ہے۔ نہ تو نوعیت کے اعتبار سے، اور نہ واقعات کے اعتبار سے، نہ جرم کے اعتبار سے، اور نہ نتیجہ کے اعتبار سے، دُنیا کی پوری تاریخ صرف ان ہی دو مقدموں کی روئداد ہے۔ انسان کی عدالتوں نے ہمیشہ فیصلہ کیا ہے، اور خدا کی عدالت بھی ہمیشہ فیصلہ کرتی رہی ہے۔ انسان نے ہمیشہ دعویٰ کیا ہے:۔ من اشد منا قوۃ مجھ سے بڑا دُنیا میں کون ہے؟ اور خدا نے ہمیشہ جواب دیا ہے کہ سب سے بڑا میں ہوں اور میرا فیصلہ:۔ اولم یروا ان اللہ الذی خلقھم ھو اشد منھم قوۃ؟ (۴۱: ۱۴)

پھر انتظار کس فیصلہ کا کرنا چاہیے؟ اُس کا جو کراچی کی عدالت سُنائے گی؟ یا اُس کا جو خدا کی عدالت سُنائے گی؟

کراچی کے فیصلہ کا انتظار بے سود ہے۔ اس کے لئے انتظار کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جواب کی ضرورت ہے۔ اور وہ وہی ہے جو پہلے بھی ہمیشہ ایسے فیصلوں کے لئے دیا جا چکا ہے:۔ فاقض ما انت قاض۔ انما تقضی ھذہ الحیاۃ الدنیا (۲۰: ۷۲) "تم جو کچھ فیصلہ کر سکتے ہو کر دیکھو۔ تم زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتے ہو کہ اس دُنیا کی فانی زندگی کے لئے کوئی حکم دے دو' اس سے زیادہ تمہارے بس میں کیا ہے؟"

لیکن اگر انتظار کرنا ہے تو دوسرے مقدمے کے فیصلہ کا کرنا چاہئے۔ وان ادری اقریب ام بعید ما توعدون (۲۱: ۱۰۹)

انتظار

سچا انتظار وہی ہے جو سچی طیاری کے ساتھ ہو۔ پھر کیا واقعی ہم منتظر ہیں؟ اور کیا واقعی ہم نے اپنے تئیں فیصلہ کا حق دار اور سزاوار ثابت کر دیا ہے؟

شاید ہی کسی انسانی جماعت نے اتنے تھوڑے دنوں کے اندر اتنی بڑی بڑی باتیں کہی ہوں گی جیسی ہم نے گزشتہ اٹھارہ مہینوں کے اندر کہی ہیں۔ ہم نے وہ بڑا سے بڑا دعویٰ کر دیا ہے جو دُنیا میں انسان کر سکتا ہے لیکن اب تک ہم نے وہ چھوٹا سے چھوٹا کام بھی نہیں کیا جو اتنے بڑے دعووں کے بعد کیا جا سکتا ہے۔

ہم نے ایمان اور عمل کا اعلان کیا ہے' اور ان دو باتوں کے بعد دُنیا کی اور کونسی بڑائی ہے جو باقی رہ جاتی ہے؟ لیکن اب تک نہ تو ہمارے دلوں میں سچا ایمان پیدا ہوا ہے نہ ہمارے کاموں میں سچا عمل دکھائی دیتا ہے!

ہم نے حق اور سچائی کا لفظ مُنہ سے نکالا ہے' اور اس سے بڑھ کر کوئی آواز نہیں' جو آدمی کے مُنہ سے نکل سکتی ہے' لیکن اب تک نہ تو حق کا پورا پورا ہمیں یقین ہوا ہے اور نہ سچائی کی سچی لگن ہمارے دلوں سے لگی ہے۔

ہم نے ایثار اور قربانی کی راہ اختیار کی ہے' اور اس سے بڑھ کر فتحمندی کی کونسی راہ

ہے جو انسانوں پر کھل سکتی ہے، لیکن اب تک ہم ایثار سے ناآشنا ہیں اور غرض اور ذات کی پرستش سے ہمارا دل خالی نہیں ہوا!

ہم نے کہا ہے کہ ہمارے لئے جانبازی اور سرفروشی کا وقت ہے، اور وہ گھڑی آگئی ہے جب انسان کے لئے بجز اپنے کو کھو دینے اور قربان کر دینے کے اور کوئی چارہ باقی نہیں رہتا لیکن اب تک ہمارا یہ حال ہے کہ اپنا تھوڑا سا مال اور تھوڑی سی آسائش بھی تج دینے کے لئے طیار نہیں!

ہم نے اُس خدا کا پاک نام لیا ہے جس کو ہم چھوڑ چکے ہیں، اور اُس شریعت کا ذکر کیا ہے جس کو صدیوں سے بھلا چکے اور پھر ان دونوں ناموں کی نسبتوں سے اپنے فرائض کا اعلان کیا ہے۔ وہ فرائض کیا ہیں؟ یہ ہیں کہ سب کچھ دے ڈالو! اور سب کچھ قربان کر ڈالو!

قل ان کان اٰباؤکم، وابناؤکم، واخوانکم، وازواجکم، وعشیرتکم، و اموال اقترفتموھا، وتجارۃ تخشون کسادھا، ومساکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ، فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ یھدی القوم الفاسقین (۹ : ۲۵) "اگر ایسا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ تمھیں دُنیا اور دُنیا کی چیزیں پیاری ہیں۔ باپ، بھائی، بیوی، خاندان اور اس کے رشتے ناتے راہِ حق سے روک رہے ہیں، مال و متاع کا عشق دامنگیر ہے، کاروبار کے سرد پڑ جانے سے ڈر رہے ہو، مکان و محل کی آسائشوں میں جی اٹکا ہوا ہے اور تمہارے پاؤں ان زنجیروں میں ایسے بندھ گئے ہیں کہ خدا کی پکار بھی اُنہیں نہیں ہلا سکتی، تو یقین کرو کہ خدا بھی اپنے کاموں کے لئے تمہارا محتاج نہیں۔ ایمان اور سچائی کی راہ چھوڑتے ہو تو چھوڑ دو، اور نتیجہ کا انتظار کرو۔ یہاں تک کہ خدا کو جو کچھ کرنا ہے کر دکھائے خدا نافرمانوں پر کامیابی کی راہ نہیں کھولتا!"

لیکن اس پر بھی ہماری بدبختی اور شقاوت کا یہ حال ہے کہ اب تک ہم نے کچھ بھی نہیں دیا

اور اب تک ہم نے کوئی قربانی بھی نہیں کی۔ ہم نے شریعت کے حکموں کا دُنیا میں ڈھنڈھورا پیٹا، لیکن خود اس پر عمل کرنے کے لئے طیار نہ ہوئے!

ہم نے جان تک دے دینے کا اعلان کیا لیکن اس وقت تک مال بھی قربان نہ کر سکے ہم نے اپنا پورا جسم و وجود قربان کر دینے کا دعویٰ کیا لیکن اب تک جسم کا لباس بھی قربان نہ کر سکے۔ ہم نے قوموں اور ملکوں سے لڑنا چاہا لیکن اب تک اپنی غفلت کو بھی شکست نہ دے سکے۔ ہم نے اسلام اور ملک کے دشمنوں کو شکست دینی چاہی لیکن اب تک اسلام اور ملک کے دوستوں کی غفلت اور انکار فتحیاب ہے!

ہم جبتک اپنی غفلت و سرشاری کو شکست نہ دیں گے دُنیا کو شکست نہیں دے سکتے۔

ہم نے کہا کہ بستر پر کانٹے بچھ گئے اور تو شک و بالین کی جگہ شعلوں اور انگاروں نے لے لی۔ اب دُنیا دیکھنا چاہتی ہے کہ بیدار راتیں اور بےچینی کی کروٹیں کہاں ہیں؟

ہم نے کہا کہ دل ٹکڑے ہو گئے اور جگر میں ناسور پڑ گئے۔ لیکن دُنیا نے دیکھا جن کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تھے وہ عیش و راحت کے اسیر ہیں اور جن کے جگر میں ناسور تھے اُن کی زندگی میں غم والم کی کوئی بیقراری نہیں!

کیا ہم نے نہیں کہا کہ ہم پیاسے ہیں؟ لیکن اگر ہم پیاسے ہیں تو کیا ہمارا چہرہ سوکھا ہوا، کیا ہمارے ہونٹوں پر پپڑیاں جمی ہوئیں اور کیا ہمارے حلق میں کانٹے پڑ گئے ہیں؟

جمال حال شود ترجمان استحقاق   دلیل آب جگر تفتگی و تشنہ لبی ست

جب ایسا نہیں ہے تو کیونکر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم کو سچ مچ فیصلے کا انتظار ہے، اور ہم واقعی اس گھڑی کے لئے اپنے آپ کو طیار کر چکے؟

قول و فعل

فی الحقیقت انسان کی عالمگیر اور دائمی گمراہی یہی ہے کہ وہ جتنا کہتا ہے، اس قدر کرتا نہیں اس کا عمل قول سے متضاد ہوتا ہے اگر متضاد نہیں ہوتا تو مختلف ضرور ہوتا ہے۔ اس کی

تمام نامرادیوں اور خسران کی بڑی علت یہی ہے۔ قرآن حکیم نے جا بجا اس بات کو واضح کیا ہے:۔

یا ایھا الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون

مسلمانو! تم کیوں ایسی بات منہ سے نکالتے ہو جو کرتے نہیں؟ اللہ کے حضور یہ بات بڑی ہی ناراضگی کا موجب ہے کہ تم کہو مگر کرو نہیں۔

اگر ہم کسی عمل حق کا ارادہ نہ کریں تو یہ ہماری محرومی ہے، لیکن دعویٰ کر کے عمل نہ کریں تو یہ صرف محرومی ہی نہیں بلکہ اللہ کے غضب کا موجب ہو گی۔ مندرجہ بالا آیۃ سے یہ بات واضح ہو گئی ہے۔

اسی طرح قرآن حکیم نے بنی اسرائیل کی شقاوتوں میں سے ایک بڑی شقاوت یہ بتلائی ہے کہ وہ آزمائش سے پہلے آزمائش کی گھڑی کے لئے بڑی بیقراری ظاہر کرتے تھے، اور کہتے تھے ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل اللہ "ہمارے لئے ایک امیر بنا دو تاکہ ہم اپنے دشمنوں سے مقابلہ کریں۔"

فلما کتب علیھم القتال تولوا الا قلیلا منھم واللہ علیم بالظالمین

(۲:۱۲۲) لیکن جب لڑائی کا حکم دیا گیا تو بہت تھوڑے اپنے قول کے سچے نکلے باقی سب قول و قرار سے پھر گئے۔

سورۂ احزاب اور سورۂ محمد میں منافقوں کا حال بھی ایسا ہی بتلایا ہے۔ ولقد کانوا عاھدوا اللہ من قبل لا یولون الادبار وکان عھد اللہ مسئولا (۳۳:۱۵)

ویقول الذین امنوا لولا نزلت سورۃ؟ فاذا انزلت سورۃ محکمۃ وذکر فیھا القتال رایت الذین فی قلوبھم مرض ینظرون الیک نظر المغشی علیہ من الموت (۴۷:۲۲)

فرض

پس اگر ہم واقعی حق و باطل کے فیصلہ کے طلبگار ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم خود اپنے عمل کے لئے ایک آخری فیصلہ کرلیں اور اپنے عمل کو قول کے مطابق کر دکھائیں جبتک ہم خود فیصلہ نہ کریں گے، ہمارے ساتھ فیصلہ نہ کیا جائے گا: ذلك یوعظ به من كان منكم یؤمن بالله والیوم الآخر!

کیا آخری منزل آگئی

ہم نے آخری منزل کا بار بار ذکر کیا ہے۔ وہ ہمارے سفر کا مقصود ہے، طلب و سعی کا مطلوب ہے، جستجو کا سراغ ہے، آرزوؤں اور تمناؤں کی امید گاہ ہے!

وابرح ما یکون الشوق یوما اذا ادنت الخیام من الخیام

پھر کیا وہ آگئی؟

اگر واقعی آگئی ہے اور واقعی ملک اس کے استقبال کے لئے طیار ہے، تو ہماری کامیابی بھی آگئی، اور فتح و مراد نے بھی اپنے چہرہ سے نقاب اُلٹ دیا!

یاران! صلائے عام ست، گر می کنید کارے!

ہم نے اوّل دن سے اعلان کیا ہے کہ موجودہ جدوجہد کے لئے آخری منزل قید خانہ ہے اس جنگ کی فتح و شکست کا فیصلہ میدانوں میں نہ ہوگا۔ قید خانے کی کوٹھریوں میں ہوگا۔ ہم نے اسی لئے سول ڈس اوبیڈینس یعنی سول قوانین کی نافرمانی کو بھی پروگرام میں داخل کیا۔ کیونکہ قید خانے کی سب سے زیادہ سہل اور سیدھی راہ وہی ہے پھر کیا واقعی قید و بند کا پیام آگیا ہے؟

دو سفر

سفر دو ہیں، ایک اشخاص کا۔ ایک مقصد کا۔ اشخاص کی کامیابی یہ ہے کہ وہ اپنا کام کئے جائیں یہاں تک کہ

اپنے آپ کو مقصد کے لئے قربان کر دیں۔ جب انہوں نے اپنے آپ کو قربان کر دیا، تو ان کا سفر منزل مقصود تک پہنچ گیا اور وہ کامیاب ہو گئے۔ اب ان کے لئے یہ سوال باقی نہیں رہتا کہ مقصود حاصل ہوا یا نہیں؟ اس سفر میں سفر سے نہ تھکنا اور آخر تک چلتے رہنا ہی سب سے بڑا مقصود ہے اور اس لئے جس مسافر نے اس مقصود کو پالیا، اس نے اپنا کام پورا کر دیا، یہاں "راہ" اور "منزل" دو نہیں ہیں۔ ایک ہی ہیں:-

رہ رواں را خستگی راہ نیست   عشق ہم راہست وہم خود منزل ست!

باقی رہا مقصد کا سفر، تو بلاشبہ اس کی کامیابی یہ ہے کہ مقصد حاصل ہو جائے لیکن یہ انسان کا کام نہیں ہے، جو بیج بوتا ہے، خدا کا کام ہے جو سورج چمکاتا اور بدلیاں بھیجتا ہے اور اس کا قانون یہ ہے کہ اگر رہروان مقصد کامیابی کے ساتھ اپنا مقصد پورا کرتے رہے تو مقصد کا سفر بھی ایک دن پورا ہو کر رہے گا۔ ومن آیاتہ یریکم البرق خوفاً و طمعاً و ینزل من السماء ماء فیحی بہ الارض بعد موتھا ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون (روم)

ہندوستان کا سفر اور آخری منزل

ہندوستان نے بھی سفر شروع کیا، ایک سفر اس کے مقاصد کا ہے، ایک سفر جاں نذاروں کا ان مقاصد کے فرائض کا ہے اور پہلے کی کامیابی دوسرے کی کامیابی پر موقوف ہے۔ طریق عمل یہ قرار پایا کہ جو سفر اس وقت تک چند مسافروں ہی پر محدود تھا اس کو تمام ملک اپنا شیوہ بنا لے اور سینکڑوں ہزاروں جانباز ایسے پیدا ہو جائیں جو کامل خود فروشی اور قربانی کے ساتھ کوچ کر دیں۔ ایمان کی لازوال روح ان کے دلوں میں ہو۔ صبر کی ان تھک اور اٹل طاقت اُن کے قدموں میں۔ عشق اُن کی رہبری کرے، شوق اُن کا رفیق و دمساز ہو، عزم قدم قدم پر ہمت بڑھائے اور ہمت آگے بڑھ کر راہ صاف کرے۔ یسعیٰ نورھم بین ایدیھم و بایمانھم (الحدید)

عشق تو راہ می برد، شوق تو زاد می دہد!

اور پھر جب آخری منزل آجائے، قید و بند کی پکار ہو اور طوق و زنجیر استقبال کریں۔

جرس فریاد می دارد کہ بربندید محملہا!

تو ایسا ہو کہ ہزاروں قدم اُس کے لئے مضطربانہ دوڑیں، ہزاروں ہاتھ اس کی طرف والہانہ بڑھیں، ہزاروں دل اس کی طلب و شوق سے معمور ہو جائیں۔ وہ عیش و نشاط کی پکار ہو، کامرانی و مراد کی بخشش ہو، فتح و اقبال کا نشان ہو۔ ہر انسان اُس کے لئے آرزوئیں کرے، ہر دل اُس کے لئے رشک کھائے، اور ہر روح میں اس کے لئے بیقراری سما جائے قید کرنے والے قید کرتے کرتے تھک جائیں، لیکن قید ہونے والے قید ہونے سے نہ اکتائیں، ہتکڑی پہنانے کے لئے ہاتھ نہ ملیں لیکن ہتکڑی پہننے والے ہاتھوں کی کمی نہ ہو یہاں تک کہ ہندوستان کے جیل خانوں میں ایک نئی بستی زندانیانِ حق کی آباد ہو جائے اور اُس کی کوٹھریوں اور محنت خانوں میں چوروں اور ڈاکوؤں کے رکھنے کے لئے جگہ باقی نہ رہے۔

آخری منزل کے بعد

جب ملک قربانی اور خود فروشی کا یہ مرحلہ طے کر لے گا تو پھر اُس کی طاقت ناقابلِ تسخیر ہو جائیگی کوئی ہتھیار اُس پر اثر نہ کرے گا، کوئی فوج اُس کو فتح نہ کر سکے گی، آسمان کی تمام بجلیاں بھی اگر اُتر آئیں اور سمندر کی تمام موجیں بھی اکٹھی ہو جائیں جب بھی قربانی کی فرمان طاقت کا مقابلہ نہیں کیا جا تا۔

انسان کو قید کے نام سے دھمکایا جاتا ہے اور موت کے خوف سے وہ مسخر ہو جاتا ہے لیکن جو انسان خود قید کا آرزومند اور موت سے بے خوف ہو، اُس کا مقابلہ کس ہتھیار سے کیا جائے؟ بالآخر یا تو گورنمنٹ کو اپنے گھمنڈ کے تخت سے اُترنا پڑے گا اور حق و انصاف کے سامنے جھکنا پڑے گا یا ہمیشہ کے لئے اس تخت ہی کو چھوڑ دینا پڑے گا۔

آخری منزل کے لئے تین شرطیں

لیکن اس منزل کا نقشہ لفظوں میں جس قدر جلد کھنچ گیا عمل میں اس قدر آسان نہیں ہے ایک ایسی حرکت کے لئے جو کروڑوں غفلت پسند انسانوں میں پھیلی ہوئی ہو بہت زیادہ کام کی ضرورت

اور جبتک خود ہمارے دلوں کا کام پورا نہ ہو جائے میدان کا کام شروع نہیں ہو سکتا۔
اس کے لئے ضرورت ہے کہ ملک میں کامل قربانی، استقامت اور نظم پیدا ہو جائے قربانی سے مقصود یہ ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں ایسے خود فروش طیار ہو جائیں جو کامل ایمان و یقین کے ساتھ سچائی کے ہاتھ بک چکے ہوں۔
استقامت سے مقصود یہ ہے کہ اُن کا جذبہ عارضی و ہنگامی نہ ہو۔ بلکہ اُس میں پوری طرح قرار و جماؤ پیدا ہو جائے۔ اُن کی آگ ہوا سے بھڑکائی جائے لیکن پھر دم بدم ہوا کی محتاج نہ رہے۔ خود چولھے میں بھی مشتعل رہنے کی استعداد پیدا ہو جائے۔ وہ سمندر کی طرح لبریز ہو جائیں پہاڑ کی طرح خود اپنے سہارے کھڑے ہو جائیں۔ قرآن حکیم نے بتلایا ہے کہ کامیابی اور بےخوفی کے فرشتے صرف اُن ہی پر اُترتے ہیں جو خدا پرستی کے اقرار کے ساتھ استقامت کا جماؤ بھی اپنے اندر پیدا کر لیتے ہیں:۔ الّذین قالوا ربّنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا (حم سجدہ)
نظم سب سے بڑی شرط ہے اور وہ آخری بھی ہے، اور پہلی بھی ہے، کائنات کا پورا کارخانہ اسی کی طاقت پر چل رہا ہے۔ مقصود اس سے یہ ہے کہ عمل کا تمام حلقہ ایک رشتہ میں منسلک ہو جائے، کوئی کڑی اس سے باہر جانے نہ پائے۔ جو راہ قرار دی جائے سب اُسی پر گامزن ہیں اور سارا حلقہ اس انتظام اور یکسانیّت کے ساتھ کام کرے۔ گویا سب کے دل اور جذبات ایک ہی سانچے میں ڈھل گئے ہیں۔
سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ نظم لوگوں میں ضبط اور اپنے اوپر قابو رکھنے کا ملکہ پیدا کر دے اشتعال ان کو ہلا نہ سکے، اور غیظ و غضب اُن پر قابو نہ پا سکے۔ وہ وقت پھر بھڑک نہ اُٹھیں، بیجا جوش میں آ کر اپنا کام فراموش نہ کر دیں۔ قید و بند کے یہی معنی ہیں کہ ہم قید ہوں
قربانی و خود فروشی کے یہی معنی ہیں کہ ہم ہر طرح کی تکلیف اور نقصان برداشت کریں۔
پس اگر ایسا ہونے لگا تو اچنبھا کیوں ہو؟ غصّہ کیوں آئے؟ انتقام کا ارادہ کیوں کریں

کیوں بچنا چاہیں؟ اور کیوں دوسروں کو بچائیں؟ پیاسا پانی سے نہیں بھاگتا، اور مفلس نے کبھی ایسا نہیں کیا کہ دولت ملنے پر لڑنے لگا ہو۔ اگر ہم واقعی راہِ حق میں قید ہو جانے کے لئے طیار ہیں اور سچ مچ ہمارے دل کا یقین یہی ہے کہ اس منزل سے ہو کر کامیابی تک پہنچیں گے تو پھر ہمارا مطلوب و مقصود یہی ہونا چاہئے اور اگر مقصود کے ملنے کی راہ کھل گئی تو ہمیں خوش ہونا چاہئے۔ ایک دوسرے کو مبارکباد دینا چاہئے۔ ایسا کیوں ہو کہ ہم بھاگیں اور بے قابو ہو کر لڑنے پر اُتر آئیں؟

یہ شرط سب سے بڑی اور نازک شرط ہے۔ اور اس عمل کی ساری کامیابی اسی پر موقوف ہے۔ اگر یہ طاقت ملک میں پیدا نہ ہوئی تو پھر اس کی قربانی اور استقامت کچھ بھی سود مند نہ ہوگی۔ فوج کتنی ہی بہادر اور جانباز ہو لیکن اگر اس میں نظم اور اطاعت نہیں ہے تو اس کی شجاعت و جانبازی یک قلم رائگاں جائے گی۔ کم از کم ملک میں بکثرت ایسے کارکن مہیّا ہو جانے چاہئیں جو وقت پر لوگوں کے جذبات مسخّر کر سکیں اور اشتعال اور بے راہ روی پر پوری طرح قابو پالیں۔

ہم اپنی کمزوریوں کا اقرار کرتے رہے ہیں۔ ہم معترف ہیں کہ ملک نے ابھی یہ شرطیں پوری نہیں کیں۔ بلاشبہ قربانی کا ولولہ زندہ ہو گیا ہے۔ لیکن استقامت کا امتحان باقی ہے، اور نظم کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ چونکہ ہم مطمئن نہ تھے اس لئے آخری منزل کا اعلان نہ کر سکے اور بار بار ملک سے یہی درخواست کی کہ درمیانی منزلوں کو پہلے کامیابی کے ساتھ طے کر لے۔

گورنمنٹ کی جلدی اور دعوت

لیکن گورنمنٹ نے ایک پیام بھیجا ہے اور ہم نے قبول کر لیا۔ کیونکہ جب حریف کا پیام آجائے تو صرف قبول ہی کیا جا سکتا ہے۔

ہم متامّل تھے اور چاہتے تھے کہ مزید انتظار کریں! لیکن گورنمنٹ انتظار نہ کر سکی اس نے بے صبری کے ساتھ ارادہ کیا کہ تحریک خلافت کے سربرآوردہ کارکنوں کو گرفتار کر کے سزائیں دے دینا

شروع کردے۔ اس طرح یا تو اچانک برہمی و بدامنی پیدا ہو جائے گی یا لوگوں پر خوف و ناامیدی چھا جائے گی۔ پہلی صورت میں گورنمنٹ کو موقعہ مل جائے گا کہ ایک مرتبہ اپنی طاقت کی پوری خونریزی اور ہولناکی دکھلا کر تحریک کا ایک ایک رگ و ریشہ فنا کردے۔ . . . . . .

. . . .

. . . . دوسری صورت میں تحریک خود بخود شکست کھا جائے گی، اس طرح چالیس کروڑ مسلمانانِ عالم اور بتیس کروڑ ہندوستانیوں کی زندگی کا مسئلہ ایک مدّت تک کے لئے ہندوستان میں مدفون ہو جائے گا۔

انسان کا گھمنڈ دور کی فتحمندیاں دیکھ لیتا ہے لیکن قریب کی بدبختی اُسے نظر نہیں آتی۔ گورنمنٹ نے یہ دونوں پہلو دیکھ لئے مگر تیسری راہ اُسے دکھائی نہ دی۔ وہ ملک کو پامال کر سکتی تھی یا شکست دے سکتی تھی، لیکن یہ بھول گئی کہ خود بھی شکست کھا سکتی ہے، خود بھی پامال ہو سکتی ہے۔

جُرم کا انتخاب

گورنمنٹ نے فیصلہ کیا کہ تحریک کے سربرآوردہ افراد کو گرفتار کرنا شروع کردے۔ پہلے علی برادر کو گرفتار کر کے مقدمہ چلانا چاہا۔ گرفتاری کے لئے جُرم کی تلاش ہوئی۔ ایسے لوگوں کے لئے جو علانیہ وہ سب کچھ کہہ رہے اور کر رہے ہوں جو دو سال سے ہندوستان میں کہا اور کیا جا رہا ہے، جُرم کی کیا کمی ہو سکتی ہے؟ وہ نہ صرف خود مجرم ہیں بلکہ مجرم قوم کے فرد اور مجرم ملک کے باشندے ہیں۔ ان کی تو ہستی ہی سراپا جُرم ہے۔

وجودک ذنبٌ لا یقاس بہ ذنب!

ہر قوم کی تاریخ میں ایک زمانہ ایسا آتا ہے جب اُس کا ہر فرد حکومت کے نزدیک مجرم ہو جاتا ہے کیونکہ وہ خدا کے جرم سے توبہ کرتی ہے اور حق اور آزادی کے لئے اُٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ قوم کی آزادی کے یہی معنی ہیں کہ غیروں کی حکومت کا خاتمہ ہو۔ پس ظاہر ہے کہ اجنبی حکمراں

کے نزدیک جرم اور بغاوت کی اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہو سکتی ہے؟

ہندوستان بھی آزادی کے لئے بے قرار ہے اور اس لئے کب کا مجرم ہو چکا ہے، مسئلۂ خلافت نے اس جرم پر آخری مہر لگا دی۔ دو سال سے ہزاروں مرتبہ ہماری زبان اعلان کر چکی ہے کہ جبتک انگریزی حکومت اسلامی خلافت کے خلاف برسرپکار ہے اور جبتک اسلامی ممالک کی ایک انچ زمین بھی اس کے زیر اثر ہے، کوئی مسلمان اُس کا وفادار نہیں ہو سکتا۔

جن لوگوں نے دو سال کی ہر صبح اور ہر شام اس اعلان کے تکرار و اشاعت میں بسر کردی ہو، اُن کی گرفتاری کے لئے کسی نئے جرم کی جستجو کی کیا ضرورت ہے؟ اُن کے مجرم ہونے کے لئے تو یہی جرم کافی ہے کہ وہ تحریک خلافت کے داعی اور آزادی ہند کے طلبگار ہیں۔

تاہم گورنمنٹ کو کسی خاص اور متعین جرم کی جستجو ہوئی۔ وہ ان کی عام تقریروں کو بنائے مقدمہ قرار دینا پسند نہیں کرتی تھی۔ گزشتہ جون میں لارڈ ریڈنگ اُن کے ایک بیان کو معافی نامہ قرار دے کر قبولیت کا اعلان کر چکے تھے پس گورنمنٹ کے شریف اور راستباز ہونے کے لئے ضروری تھا کہ جون کے بعد کا کوئی جرم ڈھونڈھ نکالا جائے۔ گورنمنٹ نے اپنے خیال میں بڑی ہی دانائی اور چترائی خرچ کی اور کراچی خلافت کانفرنس کے ریزولیوشن کو اس غرض سے منتخب کیا۔ کانفرنس مسٹر محمد علی کی زیر صدارت منعقد ہوئی تھی اس لئے وہ اس کے ذمہ دار ٹھہرے اور چونکہ دعویٰ مکمل نہیں ہو سکتا تھا اگر اصل ریزولیوشن کے محرک و موید بن چھوڑ دئے جاتے اس لئے اُن سب کو بھی گرفتار کرنا پڑا، اس طرح ڈاکٹر کچلو اور مولانا حسین احمد وغیرہ بھی گرفتار کر لئے گئے۔ مسٹر شوکت علی نہ تو اُس کے صدر تھے اور نہ ریزولیوشن کے محرک و موید، اُن کے لئے یہ صورت پیدا کی گئی کہ وہ خلافت کمیٹی کے سکریٹری ہیں، اور خلافت کمیٹی نے اس ریزولیوشن کی تعمیل میں فتویٰ تقسیم کیا۔ نیز وہ بھی سبجکٹ کمیٹی کے ایک رکن تھے۔

عقلی اختلال

گورنمنٹ نے خیال کیا کہ یہ بہت ہی دانائی اور چالاکی کی بات ہوگی۔ لیکن اسے معلوم نہ تھا کہ ایک خاص وقت آچکا ہے، اور اُس وقت کا خاصہ ہے کہ جو بات بڑی دانائی کی دکھائی دیگی وہی سب سے زیادہ بیوقوفی نکلے گی۔ گورنمنٹ نے ان چند سالوں میں کونسا کام عقلمندی کا کیا ہے؟ لیکن اس آخری دانائی نے تمام پچھلی نادانیوں کو مات کر دیا!

حقیقت یہ ہے کہ آجکل جو کچھ ہو رہا ہے، وہ اس سے کہیں زیادہ اہم اور عظیم ہے جس قدر ہم سمجھ رہے ہیں۔ قریب ہے کہ تاریخ اس کی سرگزشتوں کو بڑی ہی محنت اور دلچسپی سے محفوظ کرلے۔ ہمارے سامنے صرف ایک غیر منصف حکومت کا غرور اور گھمنڈ ہی نہیں ہے بلکہ ایک زوال پذیر نظام کا وہ عقلی اور ذہنی اختلال ہے جو ایسے وقتوں میں ہمیشہ طاری ہوتا رہا ہے۔ ہم ایک تاریخی عہد سے گزر رہے ہیں۔ جبکہ ایک بلندی پست ہو رہی ہے، اور ایک عروج ادبار کی طرف تیزی کے ساتھ گر رہا ہے۔ ہمارے زمانے کا افسانہ لکھا جائے گا اور مستقبل ہماری دیکھی ہوئی باتوں کو خوف اور عبرت کے کانوں سے سُنے گا۔ آج ایک فلسفی مورّخ اُن تمام باتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے سکتا ہے جن کو آجتک صرف فلسفۂ تاریخ کے صفحات ہی پر پڑھ سکتا تھا!

دُنیا نے ہمیشہ یہ تماشہ دیکھا ہے کہ حکومتیں عروج و اقبال، تمدّن و تہذیب، عقل و دانائی، طاقت و تسلّط کے انتہائی درجہ تک پہنچکر پھر اچانک گر ہی ہیں، اور جب تنزّل کا وقت آیا ہے تو اُنپر وہ تمام حالتیں طاری ہوگئی ہیں جو ایک مختل اور فرسودہ دماغ و طبیعت کا خاصّہ سمجھی جاتی ہیں۔ وہ بہت بڑی طاقتور ہونے پر بھی زوال کے اسباب کو نہ روک سکیں، وہ بہت زیادہ عقلمند ہونے پر بھی نادانیوں اور بے وقوفیوں سے نہ بچ سکیں۔ ان کی عقل و ذہانت کے غرور ہی نے اُنہیں دھوکا دیا۔ اُن کا عروج و اقبال ہی اُن کے لئے پستی و ادبار کا باعث ہوا، ان کی زندگی کے گھمنڈ اور بے باکی ہی سے بیماری اور کمزوری کی پیدائش ہوئی۔ اُن کی

مادی طاقت کا اختلال بعد کو ہوا۔ سب سے پہلے دماغی و ذہنی اختلال شروع ہوا، قرآن حکیم نے اسی حقیقت کی جانب اشارہ کیا ہے :۔

ولقد مکناھم فیما ان مکنا کم فیہ وجعلنا لھم سمعًا و ابصارًا و افئدۃً، فما اغنیٰ عنھم سمعھم ولا ابصارھم ولا افئدتھم من شئ اذا کانوا یجحدون بایات اللہ وحاق بھم ما کانوا بہ یستھزؤن! (احقاف)

بعینہٖ یہی آج بھی ہو رہا ہے کیا ہمیشہ انسانی طاقت اور حاکمانہ استبداد کا زوال اسی طرح نہیں ہوا جیسا کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں!

یہ کیا ہے کہ عقل و دانائی کام نہیں دیتی، تدبیر و سیاست جواب دے چکی ہے، اور چالاکی و ہوشیاری کی بڑی سے بڑی جست جو لگائی جاتی ہے، وہی نادانی و بیہوشی کی سب سے بڑی ٹھوکر ثابت ہوتی ہے؟ گورنمنٹ کی اُن تمام عقلمندیوں کو چھوڑ دو، جو سالہا سال سے ہندوستان میں کی جا رہی ہیں، اور تاریخ کے اُس سب سے بڑے ہوشمند آدمی کا بھی ذکر نہ کرو، جس کا نام لارڈ چیمسفورڈ تھا، صرف اُس دانائی و کیاست کا تماشہ کرو جو انگلستان کے سابق چیف جسٹس لارڈ ریڈنگ کے بھیس میں ہندوستان کے لئے اُتری ہے۔ اس بڑے قانونی حکیم کی پوری گورنمنٹ آج اتنی موٹی سی بات بھی نہیں سمجھ سکتی کہ جب وہ سب کچھ ہو جائے جو ہندوستان میں ہو چکا ہے، تو پھر لوگوں کو قید کر کے ملکی طاقت کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور گرفتاری کے نام سے لوگ ڈر نہیں جا سکتے!

جو قوم آج سیاست و تدبیر میں کرۂ ارضی کا خلاصہ سمجھی جاتی ہے، اس کے اُن تمام افراد نے جن سے حکومت ہند مرکب ہے، اپنی بیقرارانہ دانائی میں یہ بات تو سمجھ لی کہ وہ گرفتار کرنے کے لئے کافی مضبوط ہیں مگر یہ بالکل سامنے کی بات نہ دیکھ سکے کہ ملک بھی گرفتار ہونے کے لئے پوری طرح شائق ہے، اور اس کی مضبوطی کے لئے گرفتاری سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں ہو سکتی!

اس سے بھی زیادہ عقلی اختلال کا حیرت انگیز تماشا یہ ہے کہ گرفتاریوں کے بیتابانہ شوق میں کسی کو بھی اس کا ہوش نہ رہا کہ جو جرم گرفتاری کی بنا قرار دیا گیا ہے فی الحقیقت اُس کا کیا حال ہے، اور کم از کم ابتدائی درجہ کا قانونی مواد بھی اُس کے لئے موجود ہے یا نہیں؟

کہا جاتا ہے کہ جب گورنمنٹ بمبئی کو مقدمہ کے لئے تیار کیا گیا اور ایڈوکیٹ جنرل سے رائے لی گئی تو اُس نے صاف صاف کہہ دیا کہ دعویٰ میں کوئی جان نہیں، لیکن اس پر بھی گورنمنٹ آف انڈیا کے بعض ہندوستانی وکیلوں نے زور دیا اور مقدمہ قائم کیا گیا۔ بہرحال اصلیت خواہ کچھ ہو، لیکن انگلستان کے خداوند قانون سے لیکر اس کے تمام مشیروں تک کسی نے بھی اتنی صاف اور کھلی بات نہ سمجھی کہ جو بات دو سال سے بے شمار آدمی بار بار کہہ چکے ہیں اور جو علانیہ دن کی روشنی میں پبلک جلسوں کے اندر پکاری جا چکی ہے، اب اسی کو جرم قرار دیکر صرف چار پانچ آدمیوں کو گرفتار کرلینا کس قدر مسخر انگیز حرکت ہوگی؟ اور اس وقت گورنمنٹ کا کیا حال ہوگا۔ جب ہزاروں آدمی اسی کو کہنے اور کرنے لگیں گے!

حقیقت یہ ہے کہ آج خود گورنمنٹ کا وجود ہی اس کے برخلاف سب سے بڑی شہادت ہے خود اس سے بڑھ کر اُس کا کوئی مخالف نہیں۔ اس کی ہر کارروائی ہر آن اور ہر لمحہ اعلان کر رہی ہے کہ دفتری اقتدار کا جو کارخانہ ڈیڑھ سو برس سے قائم کیا گیا تھا وہ بالکل فرسودہ ہو گیا ہے اور اب اس کے لئے صرف یہی باقی رہ گیا ہے کہ گر جائے۔ اس سے بڑھ کر بھی عقل کے اختلال تدبیر و سیاست کے فقدان، اور حاکمانہ اقتدار کی نامرادی کا کوئی تماشا ہو سکتا ہے جو برخود غلط گورنمنٹ خود اپنے شوق اور چاؤ سے ہمیں دکھا رہی ہے!

گورنمنٹ کی حیرانی

بہرحال گورنمنٹ نے قدم اُٹھایا اور تیزی کے ساتھ دوڑی، لیکن بہت جلد ہی اُسے معلوم ہو گیا کہ اُس کی تیزی اُسے کس جانب لے جا رہی ہے؟ اُس کے قدم خشکی پر ہیں یا دلدل پر؟

افرس تحت رجلك ام حمار!

ٹھیک اُس عقلمند کی طرح جو دلدل پر کودے، اُس کی تیزی ہی نے اُسے زیادہ پھنسایا اور اب وہ حیران ودرماندہ ہوکر رہ گئی ہے۔ نہ تو چل سکتی ہے نہ واپس آسکتی ہے اسکی پوری مشینری اچانک معطّل اور بیکار ہوگئی ہے۔

جس جرم کو گرفتاری کے لئے بُنیاد قرار دیا تھا، وہ یک قلم تماشا نکلا۔ شاید ہی ہندوستان میں جرم کے نام سے کوئی ایسی کامیڈی کھیلی گئی ہو جیسی کہ اس معاملہ میں کھیلی گئی ہے۔ سات آدمیوں پر جس جُرم کا مقدمہ چلایا جارہا ہے اس کو ہزاروں آدمی علانیہ کہہ اور کر رہے ہیں اور ہر طرف سے صدائیں اُٹھ رہی ہیں کہ ہم نے یہ سب کچھ کیا ہے اور آئندہ کریں گے، لیکن گورنمنٹ ہے کہ نہ تو سب کو گرفتار کر کے مقدمہ چلا سکتی ہے اور نہ ہی یہ کہہ سکتی ہے کہ سات آدمیوں کا جرم جرم نہ تھا۔

گورنمنٹ کس قدر عقلمند تھی جبکہ اس نے یہ سمجھا تھا کہ گرفتاریوں سے دو نتیجے ضرور نکلیں گے اور دونوں میں اُس کی فتح ہوگی۔ یا تو لوگ بھڑک اُٹھیں گے اور طاقت کے استعمال کا پورا پورا موقعہ مل جائے گا، یا لوگ ڈر کر سہم جائیں گے، اور اس طرح تحریک کی طاقت خود بخود دفنا ہو جائے گی، لیکن بہت جلد ہی اس کو معلوم ہو گیا کہ دُنیا میں ہمیشہ دو ہی باتیں نہیں ہوا کرتیں۔ تیسری بھی ہو جایا کرتی ہے۔ ملک نے نہ تو صبر وسکون ہاتھ سے دیا اور نہ ڈر کر شملہ کی چوٹیوں کی طرف سجدے شروع کر دئے بلکہ سنجیدہ جوش و آمادگی کے ساتھ گورنمنٹ کا چیلنج قبول کر لیا۔ اب ہزاروں زبانیں مطالبہ کر رہی ہیں کہ اُنہیں گرفتار کر لیا جائے۔ اور گورنمنٹ حیران ہے کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے؟

انتظار اور طیاری

جس وقت تک علی برادر کی گرفتاری کی پوری طرح تصدیق نہ ہوئی، باوجود معتبر ذرائع کی خبروں کے مجھے یقین نہ تھا کہ گورنمنٹ ایسا کرے گی۔ کیونکہ گورنمنٹ کے لئے یہ ایک بالکل کھلی ہوئی مضرت تھی اور مُلکی تحریک کی کامیابی کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی تھی۔ میں

کیونکر گورنمنٹ کو اتنا فیاض تسلیم کرلیتا کہ جس بات کے لئے ہم سب عرصے سے بے قرار تھے اور کانگرس غور کررہی تھی کہ کیونکر سول ڈس اوبیڈینس شروع کرکے گرفتاریوں کی منزل کو قریب بُلائے، وہ بات خود بخود گورنمنٹ ہی کی جانب سے شروع کردی جائے گی؟ لیکن جب گرفتاریوں کی تصدیق ہوگئی تو میں نے کہا کہ وہ گو فیاض نہیں ہے کہ ایسا کرتی، مگر عقلمند بھی نہیں ہے کہ ایسا نہ کرتی۔ کانگرس جس بات کے لئے منتظر تھی کہ کب اور کیونکر شروع کرے، اللہ کی حکمت نے خود گورنمنٹ ہی کے ہاتھوں اُسے شروع کرادیا ہے، اور اب قریب ہے کہ آخری منزل آجائے، لیکن افسوس کہ گورنمنٹ قدم اُٹھاکر پھر رُک گئی ہے۔ ہمارے لبوں تک جام آکر پھر ہٹالیا گیا آخری منزل نمایاں ہوکر پھر روپوش ہوگئی۔ کاش گورنمنٹ ایسا نہ کرے اور آگے بڑھے، کاش وہ سب کو گرفتار کرتی جائے، کاش ہندوستان کے تمام جیل خانے زندانیانِ حق سے بھر جائیں کاش آخری منزل اپنی تمام دلاویزیوں اور دلفریبیوں کے ساتھ نمایاں ہوجائے! اور اے کاش ایسا ہو کہ ایک مرتبہ ہندوستان جی بھر کے حق اور آزادی کے نام پر اپنے تئیں قربان کردے! وفی ذالک فلیتنافس المتنافسون!

لیکن گورنمنٹ اب خواہ کچھ ہی کرے، ہم نے اس کی دعوت قبول کرلی ہے اور ہم کو اب اپنا قدم آگے ہی بڑھانا چاہیئے۔ اب گورنمنٹ ہمیں ہلاکر اس قدر جلد اور آسانی کے ساتھ نہیں روک دے سکتی۔ وہ گرفتار کرنے کے لئے اُٹھی ہے تو اب گرفتار کرنا ہی پڑے گا اُس نے خود ہی کراچی رزولیوشن اور فوجی مسئلہ کو بُنیاد کار ٹھہرادیا۔ اب ہمارے لئے بھی سب سے بڑی بات یہی ہوگئی۔ ہم کہے اور کئے جائیں گے یہاں تک کہ وہ گرفتار کرلے اور یہاں تک کہ آخری منزل آجائے۔

ملک کے ہر کارکن فرد کا فرض ہے کہ وہ اس منزل کے لئے اپنے آپ کو اور دوسروں کو جلد از جلد تیار کرلے۔ قربانی، استقامت، اور نظم، یہی تین شرطیں ہیں جن کو پورا کرکے ہم آخری منزل میں کامیاب ہوسکتے ہیں ٭

کراچی رزولیشن

۹ استمبر سے لیکر اس وقت میں نے کلکتہ، کراچی، بمبئی، آگرہ وغیرہ مقامات میں جس قدر تقریریں کی ہیں، اُن میں تفصیل کے ساتھ بتلا دیا ہے، کہ کراچی خلافت کانفرنس کے رزولیوشن نمبر کی حقیقت کیا ہے، جس کو زندانیان کراچی کا اصلی جُرم قرار دیا گیا ہے اب میں چاہتا ہوں کہ اس بارے میں اپنا بیان قلمبند کردوں۔

کراچی خلافت کانفرنس کی تجویز میں ظاہر کیا گیا ہے کہ بحالت موجودہ ازروئے شرع کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ انگریزی فوج میں نوکر رہے، یا نئی نوکری کرے یا بھرتی کرائے۔

ابھی اس ٹکڑہ کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے کہ اس بارے میں اسلامی شریعت کے احکام کیا ہیں اور وہ تحریکِ خلافت کی پیداوار ہیں یا تیرہ سو برس سے موجود ہیں صرف اسی پہلو پر نظر ڈالنی چاہئے کہ کیا واقعی یہ کوئی ایسا جُرم ہے جو سب سے پہلے کراچی کانفرنس میں کیا گیا؟ اور کیا صرف سات ماخوذین ہی اس کے پہلی مرتبہ مرتکب ہوئے ہیں؟

میں بار بار اپنی تقریروں میں اعلان کر چکا ہوں کہ کراچی کانفرنس میں جو کچھ کہا گیا، وہ منجملہ ان نہایت ہی معمولی اور عام باتوں کے ہے جو ابتدائے تحریک خلافت سے ہر موقعہ، ہر جلسے، ہر تقریر، اور ہر زبان سے دُہرائی گئی ہیں اور شاید ہی مسئلہ خلافت کے متعلقات میں کوئی بات اتنی کثرت سے کہی گئی ہو جیسی کہ یہ کہی گئی، پھر اگر یہ جُرم ہے تو دو سال سے گورنمنٹ کو کیا ہو گیا تھا کہ وہ کانوں میں تیل ڈالے پڑی رہی، اور اب اچانک چونک کر سات آدمیوں کو گرفتار کر رہی ہے! تو کیوں اُن تمام لوگوں کو بھی گرفتار نہیں کرتی جنہوں نے بے شمار جلسوں اور تقریروں میں اس کا اعلان کیا ہے؟

کم سے کم میں ایک شخص موجود ہوں جس نے تحریکِ خلافت سے بھی بہت پہلے یعنی

۱۹۱۶ء میں گورنمنٹ کو اسلامی قانون سے خبردار کردیا تھا، اور ضرور ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا کی مسل میں میری وہ چٹھی موجود ہو۔ ۱۹۱۶ء میں جب گورنمنٹ آف انڈیا کی تحریک سے حکومت بہار نے مجھے نظر بند کیا اور یہ کمیونک شائع کیا کہ کینگ کے دشمنوں سے تعلقات رکھنے کا مجھ پر الزام ہے تو میں نے ایک طول طویل چٹھی لارڈ چیمسفورڈ کے نام بھیجی اور اس میں تفصیل کے ساتھ وہ تمام باتیں لکھ دیں جو آج مسئلۂ خلافت کے سلسلے میں گورنمنٹ جھیل رہی ہے۔ ازانجملہ میں نے واضح کردیا تھا کہ اگر گورنمنٹ خلیفۃ المسلمین اور اسلامی ممالک کے مقابلے میں جنگ آزما رہی تو نہ صرف مسلمانانِ ہند بلکہ اس کی تنخواہ دار مسلمان فوج کے لئے بھی قطعاً حرام ہو جائے گا کہ اُس کے جھنڈے کے نیچے جانفروشی اور خدمتُ چاکری کے ساتھ زندگی بسر کرے۔

جنوری ۱۹۲۰ء میں نظر بندی سے رہا ہوا اور دو ماہ بعد کلکتہ کے ٹاؤن ہال میں بنگال خلافت کانفرنس کا اجلاس ہوا۔ یقیناً گورنمنٹ کو یہ یاد دلانے کی ضرورت نہیں کہ اس جلسہ کا میں ہی صدر تھا، اور میں نے ہی اس میں وہ تمام مطالب بیان کئے تھے جو بعد کو "رسالۂ خلافت" کی شکل میں شائع ہوئے۔ لیکن گورنمنٹ نے کیوں یہ حقیقت بھلادی کہ اس جلسہ میں فوجی ملازمت کی بنسبت سب سے پہلے تجویز پیش کی گئی، اور نہایت صاف لفظوں میں سپاہیوں سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنے اپنے افسروں کے ذریعہ گورنمنٹ تک اسلامی احکام پہنچادیں۔ میں بارہا کہہ چکا ہوں کہ یہ تجویز خود میں نے بنائی، خود میں نے اپنے قلم سے لکھی، اور خود میں نے ہی پیش کر کے ہزاروں ہندو مسلمانوں سے منظوری لی۔ پھر کیوں گورنمنٹ نے سب سے پہلے مجھے گرفتار نہیں کیا؟

اتنا ہی نہیں بلکہ اسی کانفرنس کی صدارتی تقریر میں میں نے تفصیل کے ساتھ بتلایا کہ خاص اس بارے میں اسلامی احکام کیا ہیں؟ اور ہزاروں کی تعداد میں وہ ایڈریس چھپ کر شائع ہوا۔ پھر میں نے اس کا دوسرا ایڈیشن کتاب کی شکل میں مرتب کیا اور "حکم حمل سلاح علی

المسلم" کے عنوان سے ایک خاص باب زیادہ کیا۔ اس باب کا موضوع بھی یہی مسئلہ ہے یہ ایڈریس بھی چھپکر شائع ہو چکا ہے

یہی لوٹن ہال کی خلافت کانفرنس تھی جس میں سب سے پہلے ترکِ موالات کا ایک اجتماعی عمل کی شکل میں اعلان کیا گیا اور میں نے اپنی افتتاحی تقریر میں آیات سورہ ممتحنہ کی بنا پر اس کی تفصیل پیش کی۔ چنانچہ اسی بنا پر تین تجویزیں منظور کی گئیں جو "نوان کوآپریشن" کا اوّلین اعلان تھا۔ پہلی تجویز میں تمام ممبران کونسل، خطاب یافتہ جماعات، اور اعزازی عہدے رکھنے والے مسلمانوں سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ مستعفی ہو جائیں۔ دوسری تجویز یہی فوج والی تجویز تھی تیسری تجویز میں تمام ملک سے درخواست کی گئی تھی کہ ۹ ارمارچ کو جلسے کر کے یہ پیغام وائسرائے کو بھیجدیا جائے کہ "اگر مطالباتِ خلافت پورے نہ ہوئے تو از روئے شرع مسلمانوں کے تمام وفادارانہ تعلقات حکومت سے منقطع ہو جائیں گے"۔ یہ تمام تجویزیں میں نے لکھی تھیں اور میری ہی صدارت میں منظور ہوئیں۔ مسٹر فضل الحق اور مسٹر ابوالقاسم نے ان ہی تجاویز کی تعمیل کونسل کی ممبری سے علیحدگی کا اعلان کر دیا تھا، اگرچہ بعد کو اس پر قائم نہ رہ سکے۔

اس کے بعد ہم لوگوں نے ہندوستان کا دورہ کیا اور ہر جگہ فوجی بھرتی کے خلاف تقریریں کیں۔ میں تنہا اور مہاتما گاندھی جی کے ہمراہ تین مرتبہ پنجاب گیا اور چونکہ پنجاب ہی وہ سرزمین ہے جس نے سب سے زیادہ خلافت اور ملک کے برخلاف اپنا خون بہایا ہے۔ اس لئے ہمیشہ میں نے اور مہاتما گاندھی نے اپنی تقریروں میں پنجاب کی اس بدبختی پر ماتم کیا اور لوگوں سے درخواست کی کہ وہ آئندہ کے لئے توبہ کریں۔ گزشتہ سال کی عید اضحیٰ کے موقعہ پر میں امرتسر میں تھا۔ عیدگاہ میں میں ہی نے نماز پڑھائی اور خطبہ دیا۔ اُس خطبہ کا موضوع بھی یہی تھا۔ عید اضحیٰ اور موسمِ حج کی تقریب سے مجھے بے اختیار پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ خطبہ یاد آگیا تھا جو انہوں نے میدانِ حج میں آخری مرتبہ دیا تھا اور مسلمانوں کو وصیت کی تھی:-

ان دماءکم واموالکم واعراضکم بینکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم

هذا فی بلدکم هذا، لا ترجعوا بعد کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض (او کما قال)

اسکے بعد دہلی میں جمعیۃ العلماء کا جلسہ ہوا اور پانچ سو علماء ہند نے متفق ہوکر ترکِ موالات کے فتوے کا اعلان کیا، اُس پر بھی میں نے دستخط کئے۔ اس میں فوجی ملازمت کو بھی حرام بتلایا ہے،

اسکے بعد بریلی میں جمعیۃ العلماء کا جلسہ ہوا۔ اُس کا صدر بھی میں ہی تھا۔ اس جلسہ میں بھی یہ تجویز منظور کی گئی اور خود میں نے ہی صدارت کی جانب سے پیش کر کے منظوری لی۔

نیشنل کانگرس نے فوجی بھرتی کا ذکر جس طرح اسپشل اجلاس کلکتہ کے رزولیوشن میں کیا ہے وہ ان مواقع کے علاوہ ہے، میں صرف خلافت اور علماء کی مجالس کا ذکر کر رہا ہوں۔

ان تمام مواقع کے بعد کراچی میں خلافت کانفرنس ہوئی اور جس طرح سلطان المعظم کی خلافت کے اعتراف، مطالبات خلافت کی دفعات، اور غازی مصطفےٰ کمال کے لئے تبریک و دعا کی تمام پچھلی تجویزیں دُہرائی گئیں، اُسی طرح فوجی ملازمت کے بارے میں بھی یہ قدیم اعلان دُہرایا گیا۔ یہ محض اتفاق ہی کہ میں عین ایام جلسہ میں بیمار ہو گیا تھا اور پاؤں کے زخموں کی وجہ سے سفر نہ کر سکا تھا ورنہ یقیناً یہ تجویز میں ہی پیش کرتا اور وہ سب کچھ کہتا جو اوّل دن سے کہتا آیا ہوں۔

پھر اگر واقعی یہ جرم ہی تو کیوں گورنمنٹ نے اس کے تمام مجرموں کو گرفتار نہیں کیا ہی، اور یہ کیسی عجیب بات ہی کہ ایک جُرم کا صدہا آدمی ارتکاب کرتے ہیں اور صرف سات آدمیوں پر مقدمہ چلایا جاتا ہے۔

ماہِ ربیع الاوّل
اور
تذکارِ ولادتِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم

آں راز کہ در سینہ نہانست نہ وعظ است　　بر دار تواں گفت، بہ منبر نہ تواں گفت!

عزیزانِ ملّت! ماہِ ربیع الاوّل کا ورود تمہارے لئے جشن و مسرت کا ایک پیغام عام ہوتا ہے کیونکہ تم کو یاد آجاتا ہے کہ اسی مہینے کے ابتدائی ہفتوں میں خدا کی رحمتِ عامہ کا دُنیا میں ظہور ہوا اور اسلام کے داعیِ برحق کی پیدائش سے دُنیا کی دائمی غمگینیاں اور سرگشتگیاں ختم کی گئیں صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔

تم خوشیوں اور مسرتوں کے ولولوں سے معمور ہو جاتے ہو، تمہارے اندر خدا کے رسولِ برحق کی محبّت وشیفتگی ایک بیخودانہ جوش و محویت پیدا کر دیتی ہے تم اپنا زیادہ سے زیادہ وقت اسی کی یاد میں اسی کے تذکرہ میں، اور اسی کی محبّت کے لذّت و سرور میں بسر کرنا چاہتے ہو!

کائناتِ ہستی کی محبوبیۂ اعلیٰ

بلاشبہ محبتِ نبوی اور عشقِ محمدی کے یہ ولولے تمہاری زندگی کی سب سے زیادہ قیمتی متاع ہے اور تم اپنے ان پاک جذبات کی جتنی بھی حفاظت کرو کم ہے۔ تمہارا یہ عشقِ الٰہی ہے، تمہاری یہ محبّت ربانی ہے، تمہاری یہ شیفتگی انسانی سعادت اور راستبازی کا سرچشمہ ہے، تم اُس وجودِ مقدس و مطہر کی محبّت رکھتے ہو جس کو تمام کائنات انسانی میں سے تمہارے خدا نے ہر طرح کی محبوبیتوں اور ہر قسم کی محمودیتوں کے لئے چُن لیا، اور محبوبیۂ عالم کا خلعتِ اعلیٰ صرف اسی کے وجودِ اقدس پر راست آیا۔ کرۂ ارضی کی سطح پر انسان کے لئے بڑی سے بڑی بات جو لکھی جا سکتی ہے، زیادہ سے زیادہ عشق جو کیا جا سکتا ہے، اعلیٰ سے اعلیٰ مدح و ثنا جو کی جا سکتی ہے، غرض کہ انسان کی زبان انسان کے لئے جو کچھ کہہ سکتی اور کر سکتی ہے، وہ سب کا سب صرف اُسی ایک انسان کامل و اکمل کے لئے ہے، اور اس کا مستحق اس کے سوا کوئی نہیں۔

مقصود ما ز دیر و حرم جز حبیب نیست ہر جا کنیم سجدہ بداں آستاں رسد

واللہ در ما قال:۔ عباراتنا شتی وحسنک واحد ÷ وکل الی ذاک الجمال یشیر!

وحدہٗ لاشریک

خدا کی الوہیت و ربوبیت جس طرح وحدہٗ لاشریک ہے کہ کوئی ہستی اُس کی شریک نہیں، اسی طرح اس

انسان کامل کی انسانیۃ اعلیٰ اور عبدیت کبریٰ بھی وحدہ لاشریک ہے کیونکہ اُسکی انسانیت و عبدیت میں کوئی اسکا ساجھا نہیں اور اُسکے حسن و جمال فردانیت کا کوئی شریک نہیں :-

منزہ عن شریك فی محاسنه فجوهر الحسن فیه غیر منقسم

یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں تم دیکھتے ہو کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر جہاں کہیں کیا گیا وہاں اُن سب کو اُن کے ناموں سے پکارا ہی اور ان کے واقعات کا بھی ذکر کیا ہے تو ان کے ناموں کے ساتھ کیا ہے لیکن اس انسان کامل اس فرد اکمل، اس صفات عبدیۃ کے وحدہٗ لاشریک کا اکثر مقامات میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ نہ تو اُس کا نام لیا گیا، نہ ہی کسی دوسرے وصف سے نامزد کیا گیا، بلکہ صرف "عبد" کے لفظ سے اس کے پروردگار نے اُسے یاد فرمایا :-

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصے -

کیا پاک ہے وہ خداوند قدوس جس نے ایک رات اپنے "عبد" کو مسجد حرام سے مسجد اقصے تک کی سیر کرائی"

سورۂ جن میں فرمایا :-

وانه لما قام عبد الله یدعوه کادوا یکونون علیه لبدا -

"اور جب اللہ کا بندہ (عبد) تبلیغ حق کے لئے کھڑا ہوتا ہے تاکہ اللہ کو پکارے، تو کفار اُس کو اس طرح گھیر لیتے ہیں گویا قریب ہے کہ اُس پر آگریں گے"!

سورہ کہف کو اس آیتہ سے شروع کیا :-

الحمد لله الذی انزل علی عبدہ الکتاب -

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے "عبد" پر کتاب اُتاری"

سورۂ فرقان کی پہلی آیت ہے :-

تبارك الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا -

کیا ہی پاک ذات ہے اُس کی جس نے "الفرقان" اپنے "عبد" پر اُتارا تاکہ وہ تمام عالم کی ضلالتوں کے لئے ڈرانے والا ہو!

اسی طرح سورۂ نجم میں کہا:۔ فاوحی الی عبدہ ما اوحی، حدید میں کہا:۔ ینزل علی عبدہ
آیات۔ پس ان تمام مقامات میں آپ کا اسم گرامی نہیں لیا، بلکہ اس کی جگہ صرف عبد فرمایا۔ حالانکہ بعض
دیگر انبیاء کے لئے اگر عبد کا لفظ فرمایا ہے تو اس کے ساتھ نام کی تصریح بھی کردی ہے۔ سورۂ
مریم میں حضرت زکریا کے لئے فرمایا:۔ ذکر رحمۃ ربک عبدہ زکریا۔ سورہ ص میں کہا:۔
واذکر عبدنا داؤد۔ نیز واذکر عبدنا ایوب۔

اس خصوصیت و امتیاز سے اسی حقیقت کو واضح کرنا مقصود الٰہی تھا کہ اس وجود
گرامی کی عبدیت اور بندگی اس درجۂ آخری و مرتبۂ قصویٰ تک پہنچ چکی ہے جو انسانیت کی انتہیٰ
ہے، اور اس لئے بغیر اضافت و نسبت کے صرف "عبد" کا لقب اس کو ناموں اور علموں کی طرح
پہچنوا دیتا ہے، کیونکہ تمام کائنات ہستی میں اُس کا سا کوئی اور عبد نہیں!

پس جسکی یگانگی و بے ہمتائی کا یہ مرتبہ ہو، اس کی یاد میں جتنی گھڑیاں بھی کٹ جائیں اُس کے
عشق میں جتنے آنسو بھی بہ جائیں، اُس کی محبت میں جتنی آہیں بھی نکل جائیں اور اُسکی
مدح و ثنا میں جس قدر بھی زبانیں زمزمہ پیرا ہوں انسانیت کا حاصل روح کی سعادت، دل کی
طہارت، زندگی کی پاکی، اور ربانیت و لاہیت کی بادشاہی ہے۔ واللہ در ما قال:۔

راہِ تو بہر قدم کہ پویند خوش ست! وصلِ تو بہر سبب کہ جویند خوش ست!
روئے تو بہر دیدہ کہ بینند نکوست! نامِ تو بہر زباں کہ گویند خوش ست!

جشنِ حصول و ماتمِ ضیاع

لیکن جبکہ تم اس ماہِ مبارک میں..... یہ سب کچھ کرتے ہو، اور اس ماہ کے واقعہ ولادت کی
یاد میں خوشیاں مناتے ہو، تو اس کی مسرتوں کے اندر تمہیں کبھی اپنا وہ ماتم بھی یاد آتا ہے
جس کے بغیر اب تمہاری کوئی خوشی نہیں ہو سکتی؟ کبھی تم نے اس حقیقت پر بھی غور کیا ہے
کہ یہ کس کی پیدائش ہے جس کی یاد کے لئے تم سروسامان جشن کرتے ہو؟

یہ کون تھا جس کی ولادت کے تذکرہ میں تمہارے لئے خوشیوں اور مسرتوں کا ایسا عزیز پیام ہے؟

آہ ! اگر اس مہینہ کی آمد تمہارے لئے جشن و مسرت کا پیام ہے، کیونکہ اسی مہینے میں وہ آیا جس نے تم کو سب کچھ دیا تھا تو میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کسی مہینے میں ماتم نہیں، کیونکہ اس مہینے میں پیدا ہونے والے نے جو کچھ ہمیں دیا تھا، وہ سب کچھ ہم نے کھو دیا۔ اس لئے اگر یہ ماہ ایک طرف بخشنے والے کی یاد تازہ کرتا ہے تو دوسری طرف کھونے والوں کے زخم کو بھی تازہ ہونا چاہئے۔

پیغام خوش از دیارِ ما نیست
ما خانہ رسیدگانِ ظلمیم

تم اپنے گھروں کو مجلسوں سے آباد کرتے ہو، مگر تمہیں اپنے دل کی اُجڑی ہوئی بستی کی بھی کچھ خبر ہے؟ تم کافوری شمعوں کی قندیلیں روشن کرتے ہو مگر اپنے دل کی اندھیاری کو دور کرنے کے لئے کوئی چراغ نہیں ڈھونڈھتے؟ تم پھولوں کے گلدستے سجاتے ہو، مگر آہ، تمہارے اعمال حسنہ کا پھول مرجھا گیا ہے، تم چھینٹوں سے اپنے رومال و آستین کو معطر کرنا چاہتے ہو، مگر آہ تمہاری غفلت، کہ تمہاری عظمتِ اسلامی کی عطر بیزی سے دنیا کی مشامِ روح یکسر محروم ہے کاش تمہاری مجلسیں تاریک ہوتیں، تمہارے اینٹ اور چونے کے مکانوں کو زیب و زینت کا ایک ذرہ نصیب نہ ہوتا، تمہاری آنکھیں رات رات بھر مجلس آرائیوں میں نہ جاگتیں، تمہاری زبانوں سے ماہِ ربیع الاول کی ولادت کے لئے دنیا کچھ نہ سنتی، مگر تمہاری روح کی آبادی معمور ہوتی، تمہارے دل کی بستی نہ اُجڑتی، تمہارا طالع خفتہ بیدار ہوتا، اور تمہاری زبانوں سے نہیں مگر تمہارے اعمال کے اندر سے اسوۂ حسنۂ نبوی کی مدح و ثنا کے ترانے اُٹھتے :-

فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور :-

مجھے یہ ڈر ہے دلِ زندہ، تو نہ مر جائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

پھر آہ وہ قوم، اور صد آہ اس قوم کی غفلت و نادانی، جس کے لئے ہر جشن و مسرت میں پیام ماتم ہے، اور جس کی حیاتِ قومی کا ہر قہقہہ عیش و فغاں حسرت ہو گیا ہے، مگر نہ تو ماضی کی عظمتوں میں اس کے لئے کوئی منظرِ عبرت ہے، نہ حال کے واقعات و حوادث میں کوئی پیام تنبہ و ہوشیاری ہے، اور نہ مستقبل کی تاریکیوں میں زندگی کی کسی روشنی کو اپنے سامنے رکھتی

ہے اسے اپنی کامجوئیوں اور جشن و مسرت کی بزم آرائیوں سے مُہلت نہیں، حالانکہ اس کے جشن وطرب کے ہر ورود میں ایک نہ ایک پیام ماتم وعبرت بھی لکھ دیا گیا ہے بشرطیکہ آنکھیں دیکھیں، کان سُنیں، اور دل کی دانائی غفلت و سرشاری نے چھین نہ لی ہو:۔ وان فی ذالک لذکری لمن کان لہٗ قلب او القی السمع وھو شھید!

ظہور و مقصد ظہور

ماہ ربیع الاوّل کی یاد میں ہمارے لئے جشن و مسرّت کا پیام اس لئے تھا کہ اسی مہینے میں خدا کا وہ فرمانِ رحمت دُنیا میں آیا جس کے ظہور نے دُنیا کی شقاوت و حرمانی کا موسم بدل دیا ظلم وطغیان اور فساد و عصیان کی تاریکیاں مٹ گئیں، خدا اور اُس کے بندوں کا ٹوٹا ہوا رشتہ جُڑ گیا، انسانی اخوّت و مساوات کی یگانگت نے دشمنیوں اور کینوں کو نابود کر دیا اور کلمۂ کفر وضلالت کی جگہ کلمۂ حق و عدالت کی پادشاہت کا اعلان عام ہوا:۔

لقد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام۔

اللہ کی طرف سے تمہاری جانب ایک نور ہدایت اور کتاب مبین آئی۔ اللہ کے ذریعے اپنی رضا چاہنے والوں کو سلامتی اور زندگی کی راہوں پر ہدایت کرتا اور ان کے آگے صراطِ مستقیم کو کھولتا ہے!

لیکن دُنیا شقاوت و حرمانی کے درد سے پھر دُکھیا ہو گئی، انسانی شر و فساد اور ظلم وطغیان کی تاریکی خدا کی روشنی پر غالب ہونے کے لئے پھیل گئی۔ سچائی اور راستبازی کی کھیتیوں نے پامالی پائی اور انسانوں کے بے راہ گلہ کا کوئی رکھوالا نہ رہا۔ خدا کی وہ زمین جو خدا ہی کے لئے تھی، غیروں کو دیدی گئی، اور اُس کے کلمۂ حق و عدل کے غمگساروں اور ساتھیوں سے اُس کی سطح خالی ہو گئی:۔

ظھر الفساد فی البرّ والبحر بما کسبت ایدی النّاس!

"زمین کی خشکی اور تری دونوں میں انسان کی پیدا کی ہوئی شرارتوں سے فساد پھیل گیا

اور زمین کی صلاح و فلاح غارت ہو گئی۔"

پھر آہ! تم اس کے آنے کی خوشیاں تو مناتے ہو، پر اس کے ظہور کے مقصد سے غافل ہو گئے ہو، اور وہ جس غرض کے لئے آیا تھا، اس کے لئے تمہارے اندر کوئی ٹیس اور چبھن نہیں؟

یہ ماہِ ربیع الاوّل اگر تمہارے لئے خوشیوں کی بہار ہے، تو صرف اس لئے کہ اسی مہینے میں دُنیا کی خزانِ ضلالت ختم ہوئی، اور کلمۂ حق کا موسم ربیع شروع ہوا پھر اگر آج دُنیا کی عدالت سموم ضلالت کے جھونکوں سے مرجھا گئی ہے، تو اے غفلت پرستو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ بہار کی خوشیوں کی رسم تو مناتے ہو، مگر خزاں کی پامالیوں پہ نہیں روتے؟

آتشیں شریعت

اس موسم کی خوشیاں اس لئے تھیں کہ اسی میں اللہ کی عدالت کی وہ "آتشیں شریعت" کوہِ فاران پر نمودار ہوئی جس کی سعیر کی چوٹیوں پر حضرت صفا تورات کو خبر دی گئی تھی اور جو مظلومی کے آنسو بہانے، مسکینی کی آہیں نکالنے، ذلّت و نامرادی سے ٹھکرائے جانے کے لئے دُنیا میں نہیں آئی تھی، بلکہ اس لئے آئی تھی تا کہ اعدا رحق و عدالت ناکامی کے آنسو بہائیں دُشمنانِ الٰہی مسکینی کے لئے چھوڑ دئے جائیں، ضلالت و شقاوت، نامرادی و ناکامی کی ذلت سے ٹھکرائی جائے اور سچائی و راستی کا عرش عظمت و اجلال نصرۃ الٰہی کی کامرانیوں اور اقبال و فیروزی کی فتح مندیوں کے ساتھ تمام کائنات اراضی میں اپنی جبروتیت قدوسیت کا اعلان کرے۔ پس وہ اللہ کے ہاتھ کی ٹپکائی ہوئی ایک تلوار تھی جس کی ہیبت و قہاریت نے باطل پرستی کی تمام طاقتوں کو لرزا دیا اور کلمۂ حق کی پادشاہت اور دائمی فتح کی دُنیا کو بشارت سُنائی:۔

هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون۔

"وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو دُنیا کی سعادت کے قیام اور ضلالت کی مقہوریت کے لئے دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ تمام دینوں پر اُسے غالب کر دے پس اُن کی حقانیت کی طاقت ہی آخر میں دائمی اور عام فتح پانے والی ہے اگرچہ مشرکوں پر ایسا ہونا بہت ہی شاق گزرے۔"

وہ ذلّت کا زخم نہ تھا بلکہ نامرادی کا زخم لگانے والا ہاتھ تھا، وہ مظلومی کی تڑپ نہ تھی بلکہ ظلم کو تڑپانے والی شمشیر تھی، وہ مسکینی کی بے قراری نہ تھی بلکہ دُنیا کو بے قرار کرنے والوں نے اس سے بے قراری پائی، وہ درد و کرب کی کروٹ نہ تھی بلکہ درد و کرب میں مبتلا کرنے والوں کو اس سے بے چینی کا بستر ملا۔ وہ جو کچھ لایا اس میں غمگینی کی چیخ نہ تھی، ناتوانی کی بے بسی نہ تھی اور حسرت و مایوسی کا آنسو نہ تھا بلکہ یکسر شادمانی کا غلغلہ تھا، جشن و مراد کی بشارت تھی، کامیابی و عیش فرمائی کی بہار تھی، طاقت اور فرمان فرمائی کا اقبال تھا، امید و ایقین کا خندۂ عیش تھا، زندگی اور فیروزمندی کا پیکر و تمثال تھا، فتحمندی کی ہمیشگی تھی، اور نصرۃ و کامرانی کی دائمی:۔

ان الّذین قالوا ربّنا اللہ ثمّ استقاموا تتنزل علیھم الملٰئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنّۃ التی کنتم توعدون نحن اولیاءکم فی الحیٰوۃ الدّنیا والاٰخرۃ ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم ما تدعون۔

"اللہ کے وہ صالح بندے جنھوں نے دُنیا کی تمام طاقتوں سے کٹ کر کہا کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں، اور پھر ساتھ ہی اس پر جم گئے اور ثابت قدمی کے ساتھ اپنی خداپرستی کو قائم کیا، سو یہ وہ لوگ ہیں کہ کامرانی و فتحمندی کے لئے خدا نے ان کو چن لیا ہے وہ اپنے ملائکہ نصرت کو ان پر بھیجتا ہے جو ہر دم پیام شادمانی و کامیابی پہنچاتے ہیں کہ نہ تو تمہارے لئے خوف ہے اور نہ کسی طرح کی غمگینی۔ دُنیا کی زندگی میں بھی تم خدا کی نصرت و حمایت سے فتحمند و کامیاب ہوگے اور آخرۃ میں بھی خدا کی مہربانیوں سے بامراد۔ اللہ کی

تمام نعمتیں صرف تمہارے ہی لئے ہیں، تم جو نعمت چاہو گے تمہیں ملے گی اور جس چیز کو پکارو گے پاؤ گے۔"

لا تھنوا ولا تحزنوا

کیونکہ وہ جو ربیع الاوّل میں آیا، اس نے کہا کہ غم اور ناکامی ان کے لئے ہونی چاہئے جن کے پاس کامیابی و نصرۃ بخشنے والے کا رشتہ نہیں ہے، پر وہ جنہوں نے تمام انسانی اور دنیاوی طاقتوں سے سرکشی کر کے صرف خدا کی قدوس طاقت کے ساتھ وفاداری کی، اور اس ذات کو اپنا دوست بنالیا جو ساری خوشیوں کا دینے والا اور تمام کامیابیوں کا سرچشمہ ہے، تو وہ کیونکر غمگینی پا سکتے ہیں اور خدا کے دوستوں کے ساتھ اس کی زمین میں کون ہے جو دشمنی کر سکتا ہے؟

ذٰلك بأنّ الله مولى الّذين اٰمنوا، وان الكافرين لا مولى لهم (۴۷: ۱۲)

"اس لئے کہ اللہ مومنوں کا دوست اور حامی ہے مگر کافروں کا نہیں جنہوں نے اس سے انکار کیا۔"

جن پاک روحوں نے خدا کی سچائی اور کلمۂ حق و عدل کی خدمت گزاری کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا، وہ کسی سے نہیں ڈر سکتے البتہ ان کی ہیبت و قہاریت سے دنیا کو ڈرنا چاہئے

فلا تخافوهم وخافون ان كنتم مؤمنين (۳: ۱۸۰)

"دشمنانِ حق کی شیطانی ہیبتوں سے نہ ڈرو، اللہ سے ڈرو اگر فی الحقیقت تم مومن ہو۔"

دنیا میں متضاد سے متضاد اجزا باہم جمع ہو سکتے ہیں۔ آگ اور پانی ممکن ہے کہ ایک جگہ جمع ہو جائیں، شیر اور بکری ہو سکتا ہے کہ ایک گھاٹ سے پانی پی لیں، لیکن خدا کا "ایمان" اور "انسان کا خوف" یہ دو چیزیں ایسی متضاد ہیں جو کبھی بھی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں اور اگر ایک بدبخت ایمان الٰہی کا دعویٰ کر کے انسان کے ڈر سے بھی کانپ رہا ہے تو تم اسے اُن کنکروں اور پتھروں کی طرح ٹھکرا دو جو انسان کی راہ میں لڑھک کر آجاتے ہیں تاکہ ڈرنے والوں کے لئے ٹھوکر بنیں، کیونکہ وہ ایمان کے یقین سے محروم ہے۔

لا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین۔

"نہ ہراساں ہو اور نہ غمگین ہو، تمہیں سب پر غالب آنے والے ہو اگر تم سچے مومن ہو۔"

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔

"یاد رکھو کہ جو لوگ اللہ کے دوست اور اس کے چاہنے والے ہیں، ان کے لئے نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ کبھی وہ غمگین ہوں گے"!

استبدال نعمت

لیکن آج جبکہ تم عید میلاد کی مجلسیں منعقد کرتے ہو، تو تمہارا کیا حال ہے؟ وہ تمہاری دولت کہاں ہے جو تمہیں دی گئی تھی؟ وہ نعمت کامرانی کدھر گئی جو تمہیں سونپی گئی تھی؟ وہ تمہاری روح حیات کیوں تمہیں چھوڑ کر چلی گئی، جو تم میں پھونکی گئی تھی؟ آہ! تمہارا خدا تم سے کیوں روٹھ گیا؟ اور تمہارے آقا نے کیوں تم کو صرف اپنی ہی غلامی کے لئے نہ رکھا؟ کیا ربیع الاول کے آنے والے نے خدا کا وعدہ نہیں پہنچایا تھا کہ عزت صرف تمہارے ہی لئے ہے؟ اور اس دولت کا اب زمین پر تمہارے سوا کوئی وارث نہیں؟

ان العزۃ للہ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لا یعلمون۔

"عزت اللہ کے لئے ہے، اس کے رسول کے لئے، اور مومنوں کے لئے لیکن جن کے دل نفاق سے کھوئے گئے وہ اس حقیقت کو نہیں جانتے۔"

پھر یہ کیا انقلاب ہے کہ تم ذلت کے لئے چھوڑ دیئے گئے ہو، اور عزت نے تم سے منہ چھپا لیا ہے؟ کیا خدا کا وعدۂ نصرت تم تک نہیں پہنچایا گیا تھا کہ:۔

وکان حقا علینا نصر المؤمنین (۳۰: ۴۷)

"مسلمانوں کو نصرت و فتح دینا ہمارے لئے ضروری ہے۔ یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا کہ ہم غیروں کو فتحیاب کریں اور مومن ناکام رہ جائیں۔"

پھر یہ کیوں ہے کہ تم نے کامیابی نہ پائی اور کام و مراد نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا؟ کیا

خدا کا وعدہ سچا نہ تھا؟ اور کیا وہ اپنے قول کا پکا نہیں؟ تم جو انسانوں کے وعدوں پر ایمان رکھتے اور ان کے حکموں کے آگے گرنا جانتے ہو، خدا کے وعدہ لایخلف المیعاد کے لئے اپنے اندر ایمان کی کوئی صدا نہیں پاتے؟ آہ نہ تو اس کا وعدہ جھوٹا تھا اور نہ اس نے اپنا رشتہ توڑا، مگر تم ہی ہو، تمہاری ہی محرومی و بے وفائی ہے، تمہارے ہی ایمان کی موت اور راستی کی حرمانی ہے، جس نے اپنے پیمانِ وفا کو توڑا، اور خدا کے مقدس رشتے کی عزت کو اپنی غفلت و بداعمالی اور غیروں کی پرستش و بندگی سے بٹہ لگایا:-

ذٰلک بان اللہ لم یک مغیرا نعمۃ انعمھا علیٰ قوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم وان اللہ لیس بظلام للعبید (۸ : ۵۵)

"اس لئے کہ خدا کبھی کسی قوم کی نعمت کو محرومی سے نہیں بدلتا جبتک وہ قوم خود ہی اپنے اندر تبدیلی نہ کردے اور وہ اپنے بندوں کے لئے ظالم نہیں ہے کہ ان کو بغیر جرم کے سزا دے"

خدا اب بھی غیروں کے لئے نہیں بلکہ صرف تمہارے ہی لئے ہے، بشرطیکہ تم بھی غیروں کے لئے نہیں بلکہ صرف خدا ہی کے لئے ہو جاؤ:-

ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم۔

"اگر تم خدا کے کلمۂ حق کی مدد کرو گے تو اللہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے اندر ثابت قدمی اور مضبوطی پیدا کردے گا"

یادگار حریت

تم ربیع الاول میں آنے والے کی یاد اور محبت کا دعویٰ رکھتے ہو اور مجلسیں منعقد کرکے اس کی مدح و ثنا کی صدائیں بلند کرتے ہو، لیکن تمہیں کبھی بھی یہ یاد نہیں آتا کہ جس کی یاد کا تمہاری زبان دعویٰ کرتی ہے، اس کی فراموشی کے لئے تمہارا ہر عمل گواہ ہے؟ اور جس کی مدح و ثنا میں تمہاری صدائیں زمزمہ سرا ہوتی ہیں۔ اس کی عزت کو تمہارا وجود بٹہ لگا رہا

ہے؟ وہ دُنیا میں اس لئے آیا تھا کہ انسانوں کو انسانی بندگی سے ہٹاکر صرف اللہ کی عبودیت کی صراطِ مستقیم پر چلائے، اور غلامی کی اُن تمام زنجیروں سے ہمیشہ کے لئے نجات دلادے جن کے بڑے بڑے بوجھل حلقے اُنھوں نے اپنے پاؤں میں ڈال لئے تھے:

یضع اصرھم واغلالھم التی کانت علیھم۔

"پیغمبر اسلام کے ظہور کا مقصد یہ ہے کہ گرفتاریوں اور بندشوں سے انسان کو نجات دلائے اور غلامی کے جو طوق انھوں نے اپنی گردنوں پر پہن رکھے ہیں اُنکے بوجھ سے رہائی بخشے" اس نے کہا کہ اطاعت صرف ایک ہی کی ہے اور حکم و فرمان صرف ایک ہی کے لئے سزاوار ہے۔

ان الحکم الا للّٰہ "حکم و طاقت کسی کے لئے نہیں ہے مگر صرف اللہ کے لئے"!

اس نے سب سے پہلے انسان کو اس کی چھنی ہوئی آزادی حریت واپس دلائی اور کہا کہ مومن نہ تو بادشاہوں کی غلامی کے لئے ہے نہ کاہنوں کی اطاعت کے لئے نہ کسی اور انسانی طاقت کے آگے جھکنے کے لئے، بلکہ اس کے سر کے لئے ایک ہی چوکھٹ، اس کے دل کے لئے ایک ہی عشق اس کے پاؤں کے لئے ایک ہی زنجیر، اور اس کی گردن کے لئے ایک ہی طوقِ اطاعت ہے۔ وہ جھکتا ہے تو اسی کے آگے، روتا ہے تو اسی کے لئے، اعتماد کرتا ہے تو اسی کی ذات پر، ڈرتا اور لرزتا ہے تو اُسی کی ہیبت سے، امید کرتا ہے تو اسی کی رحمت پر وہ مشرک نہیں ہے کہ خدا کی طرح انسانوں کو بھی ہیبت اور قہاریت کی صفت بخشے۔"

ارباباً متفرقون خیر ام اللّٰہ الواحد القھار؟ ماتعبدون من دونہ الا اسماء سمیتموھا انتم واباؤکم ما انزل اللّٰہ بھا من سلطان ان الحکم الا للّٰہ امر الا تعبدوا الا ایاہ۔ ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔

"پرستش اور غلامی کے لئے کئی ایک معبود بنا لینا اچھا یا ایک ہی خدائے واحد و قہار کا ہو رہنا؟ یہ جو تم نے اپنی بندگی کے لئے بہت سی چوکھٹیں بنا رکھی ہیں، تو بتلاؤ؟ انکی ہستی

بجز اس کے کیا ہے کہ چند وہم ساز نام ہیں جو تم نے اور تمہارے بڑوں نے اپنی گمراہی سے گھڑ لئے اور مدت کی ضلالت و رسم پرستی نے ان کے اندر مصنوعی ہیبت مرعوبیت پیدا کردی حالانکہ خدا نے نہ تو ان کے اندر کوئی طاقت رکھی اور نہ ان کی معبودیت و محبوبیت کے لئے کوئی حکم اتارا یقین کرو کہ تمہاری غلامی کے یہ تمام مصنوعی بت کچھ بھی نہیں ہیں، حکم و سلطانی دنیا میں نہیں مگر صرف اللہ کے لئے ۔ اس نے حکم دیا کہ پرستش نہ کرو مگر صرف اسی کی ۔ یہی انسان کی فطرۃ کی راہ ہے اور اس لئے یہی دین قیم ہے "

اور دیکھ کہ اسنے انسان کی حریت صادقہ اور آزادی حق کو کس طرح مثالوں کی دانائی میں بیان کیا ہے :

ضرب اللہ مثلاً : عبداً مملوکا لا یقدر علیٰ شیٔ ومن رزقناہ منا رزقاً حسناً فھو ینفق منہ سراً وجھراً ، ھل یستون ؟ (۱۶ : ۷۷)

" اللہ ایک مثال دیتا ہے ۔ یوں فرض کرو کہ ایک شخص ہے جو کسی دوسرے انسان کا غلام ہے خود اسے کوئی اختیار حاصل نہیں ۔ وہ اپنی کسی چیز پر باوجودیکہ اسی کی ہے کچھ قدرت نہیں رکھتا اور صرف اپنے آقا کے حکموں کا بندہ ہے مگر اس کے مقابلے میں ایک دوسرا آزاد و مختار انسان ہے جس پر کسی انسان کی حکومت نہیں، اسے اپنی ہر چیز پر قدرت و اختیار حاصل ہے اور جو کچھ خدا نے دیا ہے، وہ اسے ظاہر و پوشیدہ جس طرح چاہتا ہے بیدھڑک خرچ کرتا ہے تو کیا یہ دونوں آدمی ایک ہی طرح کے ہوئے ؟ کیا دونوں کی حالت میں کوئی فرق نہیں ؟ اگر فرق ہے تو پھر وہ کہ اس کا مالک صرف خدا ہی ہے، اور وہ کہ اس کے گلے میں انسانوں کی اطاعت کے طوق پڑے ہوئے ہیں، دونوں ایک طرح کے کیسے ہو سکتے ہیں ؟

پس اگر ربیع الاول کا مہینہ دنیا کے لئے خوشی و مسرت کا مہینہ تھا، تو صرف اس لئے کہ اسی مہینے میں دنیا کا وہ سب سے بڑا انسان آیا جس نے مسلمانوں کو ان کی سب سے بڑی نعمت یعنی "خدا کی بندگی اور انسانوں کی آقائی" عطا فرمائی اور اس کو اللہ کی خلافت و نیابت کا لقب دے کر خدا کی ایک پاک و محترم امانت ٹھہرایا ۔ پس ربیع الاول انسانی حریت کی پیدایش کا مہینہ ہے،

غلامی کی موت اور ہلاکت کی یادگار ہے، خلافت الٰہی کی بخشش کا اوّلین یوم ہے وراثت ارضی کی تقسیم کا اوّلین اعلان ہے۔ اسی ماہ میں کلمۂ حق وعدل زندہ ہوا، اور اسی میں کلمۂ ظلم وفساد اور کفر وضلالت کی لعنت سے خدا کی زمین کو نجات ملی۔

لیکن آہ، تم کہ اس ماہِ حریت کے وجود کی خوشیاں مناتے ہو، اور اس کے لئے ایسی طیاریاں کرتے ہو، گویا وہ تمہارے ہی لئے اور تمہاری ہی خوشیوں کے لئے آیا ہے، خدارا مجھے بتلاؤ کہ تم کو اس پاک اور مقدس یادگار کی خوشی منانے کا کیا حق ہے، کیا موت اور ہلاکی کو اس کا حق پہنچتا ہے کہ زندگی اور روح کا اپنے کو ساتھی بنائے؟ کیا ایک مُردہ لاش پر دُنیا کی عقلیں نہ ہنسیں گی، اگر وہ زندوں کی طرح زندگی کو یاد کرے گی؟ ہاں یہ سچ ہے کہ آفتاب کی روشنی کے اندر دُنیا کے لئے بڑی ہی خوشی ہے، لیکن ایک اندھے کو کب زیب دیتا ہے کہ وہ آفتاب کے نکلنے پر آنکھوں والوں کی طرح خوشیاں منائے؟

پھر تم بتلاؤ کہ تم کون ہو؟ تم غلاموں کا ایک گلہ ہو جس نے اپنے نفس کی غلامی، اپنی خواہشوں کی غلامی، ماسوائے اللہ رشتوں کی غلامی، اور غیر الٰہی طاقتوں کی غلامی کی زنجیروں سے اپنی گردن کو چھپا دیا ہے۔ تم پتھروں کا ایک ڈھیر ہو، جو نہ تو خود ہل سکتا ہے اور نہ اس میں جان اور روح ہے البتہ چور چور ہو سکتا ہے اور ایک دوسرے پر پٹکا جا سکتا ہے۔ تم غبار راہ کی ایک مشت ہو، جس کو ہوا اُڑالے جائے تو اُڑ سکتی ہے ورنہ وہ خود صرف اس لئے ہے تاکہ ٹھوکروں سے روندی جائے اور جولانِ قدم سے پامال کی جائے۔ فیا للرزیۃ ویا للمصیبۃ!

گلگونۂ عارض ہے نہ ہے رنگِ حنا تو　　اے خون شدہ دل، تو تو کسی کام نہ آیا

پھر اے غفلت کی ہستیو! اور بے خبری کی سرگشتۂ خواب روحو! تم کس مُنہ سے اس کی پیدائش کی خوشیاں مناتے ہو جو حُریت انسانی کی بخشش، حیات روحی ومعنوی کے عطیہ، اور کامرانی وفیروزمندی کی خسروی وملوکی کے لئے آیا تھا؟ اللہ اللہ غفلت کی نیرنگی اور انقلاب کی بوقلمونی! ماسوائے اللہ کی عبودیت کی زنجیریں پاؤں میں ہیں، انسانوں کی مملوکیت ومرغوبیت کے حلقے گردنوں میں، ایمان

باللہ کے ثبات سے دل خالی، اور اعمالِ حقّہ وحسنہ کی روشنی سے روح محروم! ان سامانوں اور طیاریوں کے ساتھ تم مستعد ہوئے ہو کہ ربیع الاوّل کے آنے والے کی یاد کا جشن مناؤ، جس کا آنا خدا کی عبودیت کی فتح، غیر الٰہی عبودیت کی ہلاکت، حریت صادقہ کا اعلان حق، عدالت حقّہ کی ملوکیت کی بشارت اور امت عادلہ وقائمہ کے تمکن وقیام کی بنیاد تھا! فمالِ ھٰؤلاءِ القوم لایکادون یفقھون حدیثا!

پس اے غفلت شعاران ملّت! تمہاری غفلت پر صد فغان و حسرت، اور تمہاری سرشاریوں پر صد ہزار نالہ و بکا، اگر تم اس ماہ مبارک کی اصلی عبرت وحقیقت سے بے خبر رہو اور صرف زبانوں کے ترانوں اور در و دیوار کی آرائشوں اور روشنی کی قندیلوں ہی میں اس کے مقصد و یادگاری کو گم کر دو۔ تم کو معلوم ہونا چاہئیے کہ یہ ماہ مبارک امت مسلمہ کی بُنیاد کا پہلا دن ہے، خداوندی پادشاہت کے قیام کا اوّلین اعلان ہے، خلافتِ ارضی و وراثت الٰہی کی بخشش کا سب سے پہلا مہینہ ہے پس اس کے آنے کی خوشی اور اس کے تذکرہ و یاد کی لذّت یہ اُس شخص کی روح پر حرام ہے جو اپنے ایمان اور عمل کے اندر اس پیغامِ الٰہی کی تعمیل و اطاعت اور اسوۂ حسنہ کی پیروی و تاسی کے لئے کوئی نمونہ نہیں رکھتا:۔ فبشر عبادی الّذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ، اولٰئک الّذین ھداھم اللہ واولٰئک ھم اولوا الالباب +

اِنِ الحکمُ اِلّا لِلّٰہ

اس سے پہلے کہ دُنیا نورِ اسلام سے منوّر ہو، انسان کا کیا حال تھا؟

وہ دُنیا کے ذرّہ ذرّہ کو خدا سمجھتا، جنگل کا ہر بڑا درخت اُس کا خدا تھا، زمین کا ہر خوفناک کیڑا اُس کا خدا تھا، پہاڑ کا ہر سیاہ پتھر اُس کا خدا تھا۔ وہ سانپ کو پوجتا تھا، وہ دریا کو پوجتا تھا کہ دریا دیبی تھی، وہ پہاڑ کو پوجتا تھا کہ وہ دیوتاؤں کا مسکن تھا۔ وہ آگ کو پوجتا تھا کہ وہ حکمران عالم تھے، وہ چاند اور سورج کو پوجتا تھا کہ وہ نورِ اکبر تھے، وہ حیوانوں کو پوجتا تھا کہ خدا

کے اوتار تھے!

ہندوستان جو علوم ریاضیہ کا سرچشمہ تھا، پتھروں اور مورتوں کا بندہ تھا، یونان جو علوم عقلیہ کا مرکز تھا، طرح طرح کے دیوتاؤں کا مسکن تھا، مصر و بابل جو علم ہیئۃ و فن تعمیر کے سب سے پہلے گھر تھے، ستاروں کے ہیکل سے آباد تھے۔ دُنیا اسی تاریکی میں گھری ہوئی تھی کہ کلدان میں "مسلم اوّل" کا ظہور ہوا، جس نے:۔

فلما جن علیه اللیل راء کوکبا	رات کو ستاروں کو دیکھا تو کہا یہ میرا خدا ہے لیکن جب ستارے
قال هذا ربی فلما افل قال لا احب	چھپ گئے تو اسنے کہا میں چھپ جانیوالوں کو خدائی کے لئے
الافلین فلما راء القمر بازغا	نہیں پسند کرتا۔ پھر چاند نظر آیا تو پکار اُٹھا کہ یہ میرا خدا ہے
قال هذا ربی فلما افل قال لئن لم	پر جب وہ ڈوب گیا تو کہا:۔ میرا سچا خدا میری ہدایت کرتا تو یقیناً
یهدنی ربی لاکونن من القوم	میں گمراہ ہو چکا تھا، پھر جب دن کو سورج چمکتا ہوا نکلا تو اس نے کہا
الضالین۔ فلما راء الشمس بازغة	ہاں یہ میرا خدا ہے کہ یہ سب سے بڑا ہے، لیکن جب وہ بھی غروب
قال هذا ربی هذا اکبر فلما افلت	ہوگیا تو اُس نے اپنی قوم کو مخاطب کیا:۔ لوگو! میں اُن سب سے
قال یا قوم انی بریٔ مما تشرکون	تبری کرتا ہوں جن کو تم خدا کا شریک بناتے ہو، میں تمام جھوٹے
انی وجهت وجهی للذی فطر	معبودوں سے پھیر کر اُس سچے خدا کی طرف رُخ کرتا ہوں
السموات والارض حنیفا	جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا میں اپنے خدا کا کسی کو
وما انا من المشرکین!	شریک نہیں بناتا۔

یہ پہلا دن تھا جب اسلام نے حقیقت انسانی کے چہرہ سے پردہ اُٹھایا، اور اُس نے بتایا کہ اے انسان! تو مخلوقات کا بندہ نہیں۔ تو مخلوقات کا آقا ہے تو ان کے لئے نہیں پیدا کیا گیا وہ تیرے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ تو ان کا غلام نہیں بنایا گیا، وہ تیرے غلام بنائے گئے ہیں تو تمام مخلوقات سے اشرف ہے، اور تیری ذات ان تمام ہستیوں سے ارفع ہے تو صرف خالق مخلوقات کا بندہ ہے اور تمام مخلوقات کا آقا ہے پھر تو جن کا آقا ہے، حیف ہے کہ اُن کو

اپنا خدا بنائے اور ان کے آگے غلامی کا سر جھکائے؟

ولقد کرمنا بنی آدم وحملنهم فی البر ہم نے انسان کو عزت و بزرگی بخشی، اُس کو خشکی و تری
والبحر ورزقناهم من الطیبت میں سواری دی، اچھی چیزیں روزی کیں اور اپنی اکثر
وفضلنهم علی کثیر ممن خلقنا مخلوقات پر فضیلت کامل عطا کی۔
تفضیلا (۱۷: ۷۱)

اے انسان! تمام دنیا تیرے ہی لئے بنی ہے۔ تو اس کی پرستش نہ کر:—

الم تران الله سخر لکم ما فی الارض جمیعا (۲۲: ۶۴) کیا تم نہیں دیکھتے کہ خدا نے جو کچھ زمین میں ہے تمہارے لئے مسخر کر دیا؟
هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا (۲: ۲۷) خدا وہی ذاتِ اقدس ہے جس نے تمہارے لئے تمام زمین کی چیزیں پیدا کیں!

بلکہ آسمان و زمین کی سب چیزیں تیرے ہی لئے ہیں تو ان کے لئے نہیں ہے۔ پس تو ان کو خدا نہ جان:—

الم تروا ان الله سخر لکم ما فی السموات کیا تم نہیں دیکھتے کہ آسمان و زمین کی تمام چیزیں تمہارے لئے خدا
وما فی الارض؟ (۳۱: ۱۹) نے مسخر کر دیں؟
وسخر لکم ما فی السموات وما خدا نے تمہارے لئے آسمان و زمین کی تمام چیزیں مسخر
فی الارض جمیعا (۴۵: ۱۲) کر دیں۔

تو دریا کو دیوی نہ کہہ کہ وہ تیری ضروریات کا ایک خزانہ ہے:—

سخر لکم البحر لتجری الفلک فیه تمہارے لئے دریا کو مسخر کر دیا تاکہ اُس میں خدا کے حکم سے
بامرہ ولتبتغوا من فضله (۴۵: ۱۱) کشتیاں چلیں اور اپنے رزق کو تلاش کرو۔
وهو الذی سخر البحر لتاکلوا منه خدا وہی ذاتِ قدوس ہے جس نے دریا کو مسخر کیا تاکہ تم
لحما طریا وتستخرجوا منه حلیة اُس سے تازہ گوشت کھاؤ، اُس سے اپنی زیب و زینت کی
تلبسونها، وتری الفلک مواخر اشیاء نکالو، اُس میں تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں پانی کو پھاڑتی ہوئی
فیه ولتبتغوا من فضله و تاکہ اُس سے خدا کی برکت تلاش کرو، اور اُس کا شکر
لعلکم تشکرون (۱:۱۶) ادا کرو۔

توحیوانات کو دیوتا نہ سمجھ کہ وہ تیرے ہی فائدہ کے لئے مخلوق ہوئے ہیں! -

وجعل لکم من الفلک والانعام ماترکبون لتستووا علیٰ ظهوره ثم تذکروا نعمة ربکم اذا استویتم علیه وتقولوا سبحان الذی سخرلنا هذا وماکناله مقرنین (۴۳: ۱۲)	کشتی اور جانور تمہارے لئے پیدا کئے تاکہ تم اُن کی پیٹھ پر سیدھے سوار ہو، پھر اپنے خدا کے احسان کو یاد کرو، اور کہو کہ پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لئے مخلوقات کو مسخر کر دیا! ہم اپنی قوت سے ان کو مسخر نہ کر سکتے!

آگ، وہی نہیں وہ تو تیرے ہی لئے پیدا ہوئی ہے -

هوالذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارا (۳۶: ۸۰)	خدا وہی جس نے سبز لکڑی سے تمہارے لئے آگ پیدا کی!

پہاڑ دیوتاؤں کا مسکن کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ تو خود انسان کے تابع ہے اور خدا کا فرمانبردار ہے -

انا سخرنا الجبال معه یسبحن بالعشی والاشراق (۳۸-۱۷)	ہم نے داؤد نبی کے لئے پہاڑ کو مسخر کر دیا کہ صبح و شام خدا کی تسبیح کریں -

آفتاب و ماہتاب اور دیگر ستارے بھی اے انسان تیرے خدا نہیں، تو خود اُنکا خداوند و آقا ہے اس لئے تو ان کو سجدہ نہ کر!

وسخر لکم الشمس والقمر دائبین وسخر لکم اللیل والنهار (۱۴-۲۷)	تمہارے لئے آفتاب و ماہتاب کو مسخر کر دیا جو حرکت کرتے ہیں، اور اسی طرح رات اور دن اور ان کے خواص و موثرات کو بھی تمہارا تابع فرمان بنا دیا!
وسخر لکم اللیل والنهار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامره (۱۶: ۲)	رات، دن، سورج، چاند، سب کو تمہارے تابع کر دیا - کیونکہ تمام ستارے خدا کے حکم کے تابع ہیں -

غور کرو، ایک "مشرک" اور ایک "مسلم" زندگی میں کتنا فرق ہے؟ مشرک پتھروں سے ڈرتا ہے کہ وہ خدا ہیں، ستاروں سے ڈرتا ہے کہ وہ خدا ہیں، کہنہ اور بوسیدہ قبروں کی اینٹوں سے ڈرتا ہے کہ وہ خدا ہیں، تو انسان سے ڈرتا ہے کہ وہ خدا ہیں؟ لیکن ایک مسلم کا عقیدہ ہے کہ فاطر السموات والارض کی ایک ذات کے سوا دنیا میں کوئی

وجود نہیں ہے جس سے ڈرا جائے۔ ایک مشرک اپنے کو دنیا کی ہر شے سے کمزور و حقیر سمجھتا ہے، لیکن ایک مسلم وجود ذات "عزیز و متکبر" کے سوا خود کو سب سے بلند اور سب سے اعلیٰ سمجھتا ہے، کیونکہ ہر لحظہ اُس کے کان میں یہ آواز آتی رہتی ہے:۔

ان العزۃ للہ ولرسولہ وللمؤمنین۔ — عزت صرف خدا کے لئے ہے، اُس کے رسول کے لئے ہے، اور مسلمانوں کے لئے ہے۔

اے مشرک انسان! تو کیوں خدا کے سوا اوروں کی طرف ہاتھ پھیلاتا ہے؟ کیا تو اُن میں سے بہتر اور بعض کے برابر نہیں ہے؟ اے مشرک انسان تو کیوں خدا کے سوا اوروں سے ڈرتا ہے؟ کیا وہ بھی تیرے ہی طرح خدا کی مخلوق نہیں؟ اے مشرک انسان! تو خدا کو چھوڑ کر کن سے حاجت برآری کی درخواست کرتا ہے؟ کیا وہ خود خدا کے محتاج نہیں؟ پس ایک ہی ہے جس کی طرف ہاتھ پھیلاتا ہے، ایک ہی ہے جس سے ڈرتا ہے، ایک ہی ہے جس کے آگے جھکتا ہے، اور ایک ہی ہے جس کے آگے گڑگڑاتا ہے، ایک ہی ہے جس کو اپنے سے بالاتر سمجھتا ہے اور ہاں ایک ہی ہے جس سے حاجت برآری کی درخواست ہے:۔

قل افرأیتم ما تدعون من دون اللہ ان ارادنی اللہ بضر هل هن کاشفات ضرہ او ارادنی برحمۃ هل هن ممسکات رحمتہ قل حسبی اللہ علیہ یتوکل المتوکلون۔

اگر خدا مجھے مصیبت پہنچانی چاہے تو کیا تمہارے معبود جن کو تم پکارتے ہو اُس مصیبت کو دور کر سکتے ہیں؟ اگر خدا مجھ پر اپنی رحمت نازل کرنی چاہے تو کیا وہ روک سکتے ہیں؟ ہاں کہہ دو کہ خدا ہی کا رشتہ بس کرتا ہے، بھروسہ کرنے والے صرف اُسی کی ذات پر بھروسہ کرتے ہیں!

پس جو مسلم ہے وہ خود دار ہے، کیونکہ خدا کے بندوں میں اُس کا کوئی ہمسر نہیں، پھر کس سے وہ اپنی ذات کو نیچا سمجھے اور اُس کے سامنے جھکے؟ اُس نے صرف ایک ہی اپنی ذات کو حقیر سمجھا اور اُسی کے سامنے جھکا۔

جو مسلم ہے وہ آزاد ہے، کیونکہ مخلوقات میں کون بڑا ہے جس سے وہ ڈرے؟ اُس نے ایک کو بڑا سمجھا اور اُسی سے وہ ڈرا۔

مسلم خدا کے سوا کسی سے کیوں نہیں ڈرتا؟ اس لئے کہ وہ دل سے اعتقاد رکھتا ہے کہ:

خدا کے سوا نفع وضرر کسی کے ہاتھ میں نہیں۔

دُنیا کی ہر قدرت و قوّت کا مالک وہی ہے۔

اُس کے سوا کسی میں قوّت قدرت نہیں۔

مخفی دُعاؤں کا سُننے والا تنہا وہی ہے۔

دُنیا کی تمام قوّتوں کی عنانِ حکومت صرف اُسی کے دستِ قدرت میں ہے۔

عطائے موت وحیات و نفع وضرر صرف اُسی کا کام ہے۔

ہماری طرح دُنیا کا ذرّہ ذرّہ اُسی کا محتاج ہے، پر وہ کسی کا محتاج نہیں۔

پھر کیونکر ممکن ہے کہ شدائد و خطرات کا مہیب دیو اُس مسلم کو خوفزدہ بنا سکے جس کا قلب مطمئن خدا کے سوا کسی سے خوفزدہ نہیں؟ اور کیونکر ممکن ہے کہ خوف وہراس اُس دل پہ قبضہ کر سکے جو خدا کے سوا کسی کے قبضہ میں نہیں؟ اور ہاں کیونکر ممکن ہے کہ متکبرین کی ہیبت و عظمت، جبابرۂ عالم کا قہر و غضب، سپاہیوں کی تیغ وسناں اور فرعونوں کا جاہ جلال اُس انسان کو مرعوب کر سکے جس کی نظر میں یہ سب کے سب ایک دستِ شل اور ایک عضوِ معطل سے زیادہ نہیں؟

پھر جس کی یہ حقیقت ہے کیونکر ممکن ہے کہ وہ شدائد و خطرات سے خوف کھا کر نصرت حق سے باز آجائے؟ اُس کا دل راستی اور سچائی کی سختیوں کو دیکھ کر لرز جائے؟ اُس کی زبان قولِ حق سے خاموش رہے؟ اُس کا قدم جادۂ صداقت سے متزلزل ہو جائے؟ کیونکہ مسلم کی حقیقت یہ ہے کہ وہ خدا کے سوا دُنیا میں کسی سے نہیں ڈرتا۔ اپنے نفع وضرر کی باگ اُس کے سوا کسی کے ہاتھ میں نہیں دیکھتا۔

پھر کیا یہ سچ نہیں کہ مسلم فطرۃً خود دار ہے کہ اکثر مخلوقات سے وہ برتر اور بعض کے برابر ہے!
کیا یہ صحیح نہیں کہ مسلم فطرۃً آزاد اور حر ہے کہ خالق کے سوا وہ کسی مخلوق سے نہیں ڈرتا
کیونکہ قوتوں کا منبع اور قدرتوں کا مرکز اُس کی نظر میں ایک ہی ہے :-

ان یمسسک اللہ بضرٍ فلا کاشف له وان یمسسک بخیرٍ فهو علی کل شیٔ قدیر وهو القاهر فوق عباده وهو الحکیم الخبیر (انعام)

اگر وہ ضرر پہنچانا چاہے تو کوئی اُس کو ہٹانیوالا نہیں۔ اور اگر نیکی و برکت دینا چاہے تو وہ ہر بات پر قادر ہے وہ بندوں پر غالب ہے، وہ ہر نکتہ سے آگاہ ہے اور ہر خبر سے واقف ہے۔

ایڈیٹر پیغام کی گرفتاری

لمثل ھذا، فلیعمل العاملون!

کل چار بجے جب میں بمبئی میل سے کلکتہ پہنچا اور متوقع تھا کہ حسب معمول اسٹیشن پر مولوی عبدالرزاق صاحب سے ملاقات ہوگی تو ان کی جگہ ان کی گرفتاری کی خبر نے میرا استقبال کیا۔ وہ اگر اسٹیشن پر ملتے تو میرے دل میں اُن کی محبت بڑھتی جو گزشتہ دو سال سے برابر بڑھتی رہی ہے مگر وہ نہ ملے اور جیل خانے چلے گئے۔ انھوں نے صرف اپنی محبت ہی نہیں بلکہ اپنی عزت کے لئے بھی میرے دل سے تقاضا کیا اب میں ان سے صرف محبت ہی نہیں کرتا بلکہ اُن کی عزت بھی کرتا ہوں۔

اُن کی گرفتاری کے لئے کوئی وارنٹ نہیں جاری کیا گیا۔ ان سے کہا گیا کہ پولیس کمشنر نے بلایا ہے۔ جب وہاں گئے تو گرفتار کر لیا گیا، اور دو گھنٹہ کے بعد میرے مکان پر ٹیلیفون سے اطلاع دی گئی کہ اُن کے لئے کھانا بھیجدیا جائے۔ گرفتاری کی کوئی معین بنا ابھی ظاہر نہیں کی گئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے پچھلے دنوں کلکتہ میں کوئی تقریر کی تھی اور اسی کی بنا پر گرفتار کیا گیا ہے۔ ۷ دسمبر کو مقدمہ پیش ہوگا۔

مولوی عبدالرزاق صاحب کا وطن ملیح آباد (لکھنؤ) ہے ابتدائی تعلیم دارالعلوم ندوہ میں حاصل کی۔ اس کے بعد قاہرہ (مصر) چلے گئے اور مدرسۂ دعوۃ وارشاد میں داخل ہوگئے جسے شیخ سید رشید رضا صاحب ایڈیٹر المنار نے جاری کیا تھا۔ تقریباً تین سال تک وہاں علوم ادبیہ اور تفسیر قرآن وغیرہ کی تحصیل کرتے رہے اور خود وہاں کے مصری طلبا پر اپنے ذوق علم اور طلب صادق سے بدرجہا فوقیت لے گئے۔ مصر سے قسطنطنیہ گئے اور وہاں بھی تین برس تک رہے پھر ۱۹۱۸ء میں ہندوستان واپس آئے اور اُس وقت سے اب تک برابر علمی و قومی خدمات میں مشغول رہے۔ نہ صرف وہ خود بلکہ اُن کا پورا خاندان اپنے جوشِ ایمانی اور حب اسلامی کے اعتبار سے اخلاص و عمل کا ایک قابلِ عزت گھرانا ہے، اُن کے والد اور تینوں بھائی ہمیشہ راہِ حق و عمل میں سرگرم رہتے ہیں۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ ان کے بڑے بھائی ملیح آباد میں اس لئے گرفتار کر لئے گئے تھے کہ انہوں نے مقاصدِ خلافت کی تبلیغ کے لئے ایک اعلان شائع کیا تھا، اور اصلی سبب یہ تھا کہ وہ "کسان سبھا" اور خلافت کمیٹی کے قیام کے لئے بے پناہ کوششیں کرتے تھے۔ وہ عرصہ تک قید خانے کی سخت مشقتیں برداشت کرتے رہے اور حال میں رہا ہوئے ہیں۔

دو سال ہوئے جب یہ مجھ سے ملے، اور میں نے ان میں بہترین قابلیت علم و عمل نمایاں پائی یہ ملک کے ان مخصوص اہلِ علم نوجوانوں میں ہیں جن کی غیر معمولی قابلیتوں سے بہترین اُمیدیں وابستہ کی جا سکتی ہیں۔ انہوں نے خدمتِ حق و دعوت کی راہ میں مجھ سے جو رشتۂ رفاقت و اخوت جوڑا تھا، وہ روز بروز قوی ہوتا گیا اور ایک سچے رفیق اور بھائی کی طرح اُن کی صداقت میرے دل کو جذب کرتی رہی۔ پچھلے دنوں جب مدرسۂ جامع مسجد عربی کا افتتاح ہوا تو میں نے انہیں کلکتہ بُلا لیا اور اُنہی کی محنت و ساعی سے مدرسہ قائم ہوا۔ یہ مشغولیت ان کے لئے کم نہ تھی، لیکن ان کا ولولۂ خدمت زیادہ وسیع میدان ڈھونڈھتا تھا بالآخر پیغام جاری ہوا اور اس کی ترتیب و اشاعت کا تمام بار انہوں نے اپنے سر لے لیا۔ یہ کہنا ضروری نہیں

اس بار کے وہ اہل تھے، اور نہایت مستعدی و قابلیت سے تن تنہا اس کی ایڈیٹری کرتے رہے قارئین پیغام میں کوئی شخص ہوگا جو اُنکی تحریروں کو دلچسپی و شوق کے ساتھ نہ پڑھتا ہوگا۔

اب وہ گرفتار ہو گئے۔ میں کہنا چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے ان کی حسن نیت اور حسن عمل کو قبول کر لیا۔ اس بارے میں انسانی قلب کی درماندگیوں کا کچھ عجیب حال ہے۔ میں اگر کہوں کہ میرے دل پر کوئی صدمہ نہیں، تو یقیناً میں اپنے قدرتی جذبات کے لئے پردہ پوش ہوں گا میں اپنے دل کو راز بنانا ناپسند نہیں کرتا۔ میرے دل کو ایسے موقعوں پر غم ہوا ہے۔ میں نے برادر عزیز محمد علی و شوکت علی کی گرفتاری کی جب خبر سُنی اور جب کراچی میں ان سے ملا تو میں اپنے دل کو صدمہ سے نہ بچا سکا اور نہ میری آنکھیں آنسوؤں کو روک سکیں یقیناً اس وقت بھی میرا دل غم کرنا چاہتا ہے لیکن الحمد للہ کہ دل کے جذبہ پر دماغ کا ایمانی یقین و اعتقاد غالب ہے اور گو کشمکش ہوتی ہے لیکن بالآخر غلبہ اعتقاد ہی کو ملتا ہے جذبات نابود نہیں ہو سکتے مگر مغلوب ہو جا سکتے ہیں۔ میں خوش ہوں اور سچے دل سے اپنے عزیز و رفیق کو مبارکباد دیتا ہوں۔ وہ بے گناہ ہیں، اور ان کی گرفتاری اُن کے لئے ایک پاک عبادت ہے۔ انہوں نے جس سچی و بے تکلف ہمت و بشاشت کے ساتھ اپنی گرفتاری کا استقبال کیا، اور جس اطمینان و استقامت کے ساتھ اس وقت قید خانے میں ہیں۔ خدا تعالیٰ وہ جوہر ہر مسلمان کو عطا کرے!

البتہ میں اپنے دل کی اس خلش کو دور نہیں کر سکتا کہ رفیقانِ راہ ایک ایک کر کے قید ہو رہے ہیں اور میں اب تک چھوڑ دیا گیا ہوں۔ عسیٰ اللہ ان یاتینی بھم جمیعا انہ ھو العلیم الحکیم!

۲۱۰۶۵